بفیض روحانی: تاجدارِ اہلِ سنت، شہزادۂ اعلیٰ حضرت سرکار حضور مفتی اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان

کروں مدحِ اہلِ دول رضاؔ! پڑے اس بلا میں میری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دین پارۂ ناں نہیں

مبالغہ آرائی و بیجا القابات کا فتنہ

مرتبہ

خلیفۂ حضور بدر ملت و تاج الشریعہ و علامہ میلسی صاحب قبلہ
حضرت مولانا صوفی عبد الصمد صاحب قادری رضوی نوری اورنگ آبادی

شائع کردہ:
جماعت رضائے مصطفیٰ
بھیونڈی، ضلع تھانہ، مہاراشٹر

بفیض روحانی:

تاجدارِاہلِ سنت، شہزادۂ اعلیٰ حضرت سرکار حضور مفتی اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان

کرے مصطفٰے کی اہانتیں کھلے بندوں اِس پہ یہ جرأتیں
کہ میں کیا نہیں ہوں محمدی، ارے ہاں نہیں! ارے ہاں نہیں!
کروں مدحِ اہلِ دُول رضاؔ پڑے اس بلا میں میری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا، میرا دین پارۂ ناں نہیں

(سرکار اعلیٰ حضرت)

مبالغہ آرائی و بیجا القابات کا فتنہ

مرتبہ:

خلیفۂ حضور بدر ملت و تاج الشریعہ و علامہ میلسی صاحب قبلہ

حضرت مولانا صوفی عبد الصمد صاحب قادری رضوی نوری اورنگ آبادی

خانقاہِ قادریہ رضویہ بدریہ، کیلاش نگر، نزد مدینہ مسجد،
امبرناتھ، ویسٹ، ضلع تھانہ (مہاراشٹر)

شائع کردہ:

جماعت رضائے مصطفٰے - بھیونڈی، ضلع تھانہ، مہاراشٹر

Mob: 9604383988 / 9834581596

Price Rs. 100/-

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب :۔ **مبالغہ آرائی اور بیجا القابات کا فتنہ**

مؤلفہ :۔ خلیفۂ حضور بدر ملّت حضرت مولانا عبد الصمد قادری رضوی

رضا لائبریری، قادری منزل، رفیع گنج، ضلع اورنگ آباد (بہار)

تصحیح: حضرت مولانا مفتی عبد الواحد صاحب قبلہ رضوی

جناب الحاج عرفان رضا صاحب قادری چھپروی

کمپوزنگ: محمد زبیر قادری (رابطہ:9867934085)

سن اشاعت: ذی القعدہ ۱۴۴۶ھ بمطابق مئی ۲۰۲۵ء

صفحات: ۱۲۸ تعداد:۔ ۲۱۰۰ (اکیس سو عدد)

مندرجہ ذیل حضرات سے کتاب حاصل کریں:

(۱) مفتی ابو الحسن صاحب قبلہ، گھوسی 7905845029

(۲) مولانا حامد رضا صاحب قادری، بہرائچ شریف 7800635047

(۳) مولانا احسان الحق صاحب قبلہ، ممبئ 8655717860

(۴) مولانا محمد عاقل صاحب قادری رضوی، کانپور 9793288786

(۵) مولانا عبید الرضا صاحب نوری، ہشام پور ضلع بلرامپور، یوپی 9198139649

(۶) مولانا اسرار رضا صاحب رضوی بلرام پور، یوپی 6394247227

(۷) فیضی بکڈ پو، بڑھئی پور وابازار، بلرام پور، یوپی 7310136814

(۸) حافظ محمد اظہار صاحب قادری، بکارو۔ 7004816352

(۹) حضرت مولانا دلشاد صاحب رضوی امام وخطیب جامع مسجد پوکھرایاں 6390515283

(۱۰) حضرت مولانا محمد عاقل صاحب رضوی، خطیب وامام قلیان مسجد، کان پور 9793288786

(۱۱) حضرت مولانا محمد یونس صاحب قادری، مدینہ مسجد۔ 8291110457

شرفِ انتساب

میں نے اپنی اس معمولی ترتیب کو عالی مرتبت، شیخ طریقت، مرشد برحق، آقائے نعمت، جامع فضائل وکمالات، مرجع حاملان شریعت وسالکانِ طریقت، رہنمائے رہبراں، جامع العلم والعمل، شمع محفل، محبوب عوام وخواص، کریم وشفیق وخلیق وفیاض بزرگوار، عاشق رسول، محبّ خدا ومحبوبان خدا، عالم ربانی **حضور مفتی اعظم ہند علامہ الشاہ محی الدین، محمد عرف مصطفیٰ رضا خاں قادری برکاتی نوری بریلوی** علیہ الرحمۃ والرضوان

اور اُستاذی الکریم یادگار سلف، رئیس الاتقیاء **حضرت علامہ الشاہ مفتی بدر الدین احمد صاحب صدیقی قادری رضوی نوری** نور اللہ مرقدہ کے نام نامی اسم گرامی سے منسوب کیا ہے۔

ع گر قبول افتدز ہے عز وشرف

اس میں کوئی شک نہیں کہ اس فقیر بے توقیر کو جو کچھ ملا ہے انہیں سرکاروں سے ملا ہے۔ اللہ پاک کے فضل وکرم سے اور پھر سرکار دو عالم نبی مجتبیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے توسل سے، ان مرشدان گرامی نے ہر ٹھوکر پر اس بینوا کی دستگیری فرمائی ہے اپنے اس ناتواں نکمے غلام کو گرنے، چوٹ کھانے سے برابر بچایا ہے۔

اس فقیر کی نااہلی وکم نظری کے باوجود نوازا اور بہت نوازا ہے۔ وللہ الحمد

سگ بارگاہ رضوی **عبد الصمد قادری** غفرلہ

۱۳/ رمضان المبارک ۱۴۴۶ھ مطابق ۱۴، مارچ ۲۰۲۵ء

جمعہ مبارکہ

فہرست

نمبر شمار	عناوین	صفحہ نمبر
۱	تاثر گرامی ۔۔۔مفتی محمد عیسیٰ رضوی قادری	6
۲	تاثر گرامی ۔۔۔مولانا مفتی مشتاق احمد عزیزی امجدی	9
۳	تقریظ جمیل ۔مولانا ملک الظفر سہسرامی	13
۴	حرفِ آغاز	15
۵	القابات کا بیجا استعمال: اسلامی نقطۂ نظر سے	26
۶	بیجا القابات کا رواج کب اور کہاں سے؟	28
۷	نقیب اجلاس اور غیر مشروع القابات	30
۸	بیجا القابات کی ممانعت احادیث مبارکہ کی روشنی میں	34
۹	القابات فقہائے کرام کے اقوال کی روشنی میں	36
۱۰	ایک شبہہ اور اس کا ازالہ	41
۱۱	صوفیائے کرام کے یہاں القابات کا تصور	42
۱۲	ایک اعتراض کا ازالہ	44
۱۳	تحدیث نعمت کی اجازت	44
۱۴	کچھ القابات من جانب اللہ ملتے ہیں	46
۱۵	لقب محی الدین کا پس منظر	47
۱۶	خطاب جہانگیری کا پس منظر	48
۱۷	مختصر تعارف بدر العلماء	50
۱۸	فیض الرسول سے بدر العلماء کی علیحدگی	53
۱۹	انگریزی عربی تاریخ کی شرعی حیثیت	56

مکتوب بدر العلماء	58
پہلا واقعہ۔حضور بدرِ ملت کی جلسے جلوس سے کنارہ کشی	64
دوسرا واقعہ۔مبالغۂ بیجا سے پرہیز	67
تیسرا واقعہ۔غیر ذمّہ دار مقررین اور شعرا کی مبالغہ آرائی	70
چوتھا واقعہ	72
پانچواں واقعہ	80
مکتوباتِ بدرِ ملت	84
,, ,,	85
,, ,,	86
,, ,,	87
صلح کلیت، مبالغہ آرائی اور بیجا القابات کے متعلق حضور محدثِ کبیر اور دیگر علمائے کرام کا مصدقہ فتویٰ	89
تصدیقاتِ علمائے کرام	97
بیجا القابات کی تباہ کاریاں	99
تاثر و تائید	106
حضرت رابع نورانی صاحب	110
حضرت مفتی فرحت ضیائی صاحب	112
تائید مولانا انیس عالم سیوانی	114
فتنۂ ارتداد و صلح کلّیت	118
سلسلۂ عارفیہ نوریہ، حیدرآباد کے گمراہ کن افکار و نظریات	123
ایک ضروری فتویٰ	126

تاثر گرامی

از: حضرت علامہ **مفتی محمد عیسیٰ صاحب رضوی قادری** قبلہ مدظلہ العالی
شیخ الحدیث ومفتی الجامعتہ الرضویہ مظہر العلوم گرسہائے گنج ضلع قنوج (یوپی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ابھی میرے سامنے حضرت مولانا صوفی عبدالصمد صاحب خلیفہ بدرملت وخلیفہ تاج الشریعہ علیہما الرحمہ کی تازہ تالیف ''مبالغہ ارائی و بے جا القابات کا فتنہ'' پی ڈی ایف کی شکل میں موجود ہے، جسے میں نے جستہ جستہ دیکھا ماشاء اللہ اسے میں نے اپنے موضوع پر خوب پایا۔ جس میں حقیقت بیانی کے ساتھ تقریبا اس کے ہر پہلو پر گفتگو کی گئی اور موضوع بحث کا حق ادا کیا گیا ہے اپنے موقف کی تائید میں آیات و احادیث اور اقوال ائمہ و علماء کے حوالے بھی پیش کیے گئے ہیں، جن سے کتاب باوزن و باوقار ہوگئی ہے۔ کتاب چونکہ اپنے موضوع پر منفرد و یکتا ہے، اس لیے مجھے امید ہے کہ علماء اسلام اس کتاب کو اعتبار و احترام کی نگاہ سے دیکھیں گے اور لوگوں کے درمیان اس کا درجۂ استناد معتبر و مقبول ہوگا۔

یہ حقیقت ہے کہ عہد حاضر میں صاحبان مسند و ممبر کے لیے بے جا القاب و الفاظ کا استعمال عام ہوگیا اور شریعت مطہرہ کا لحاظ و پاس مفقود و کم ہوگیا ہے المیہ یہ ہے کہ بر سر ممبر اس غیر شرعی روش پر قدغن و روک لگانے والا کوئی نہیں حالانکہ اہل علم حضرات بخوبی جانتے ہیں کہ یہ مبالغہ آرائی اور غیر مناسب الفاظ و القاب کا استعمال زیادہ تر نا اہلوں اور ناخواندہ پیشہ ور لوگوں کے لیے ہوتا ہے حالات سے ایسا لگتا ہے کہ ایسے الفاظ و القاب کے معنی بدل گئے اور ان کے جو مستحق و حقدار ہیں وہ کہیں کھو گئے ہیں کیونکہ جو پیشہ ور لوگ ایسا کرتے ہیں وہ انہیں ایک فن کی حیثیت سے استعمال کرتے اور اسی سے خود کو وہ صاحب فن سمجھتے ہیں حالانکہ وہ ان الفاظ کی ثقاہت و ناموس کو نہیں سمجھتے ہیں شاید میرا یہ ایک خیال یا وہم ہو

مگر حالات کے تناظر میں یہی سمجھ میں آتا ہے کہ پیشہ ور حضرات کو ان الفاظ کے تقدس کا علم نہیں ہے ورنہ وہ ممبر رسول پر اس طرح کی واضح کذب بیانی سے کام نہ لیتے دیگر الفاظ کو چھوڑیے صرف یہ دیکھیے کہ آج کل ایسے کم خواندہ مولویوں کو مفتی کہا جاتا ہے جس سے لفظ مفتی بھی نادم وشرمسار ہوتا ہوگا مگر کہنے والے کو اس کا احساس نہیں یوں ہی لفظ علامہ بھی ہر مولوی کو بے جھجک کہا جاتا ہے مگر اس کی معنویت کا لحاظ و پاس نہیں کیا جاتا جبکہ اکابر و اسلاف کی تاریخ زندگی سے پتہ چلتا ہے کہ ان میں جو علوم عقلیہ ونقلیہ کے جامع ہوتے انہیں کو علامہ کہا جاتا اور جو علم فقہ وغیرہ کا ماہر ہوتا اسی کو مفتی کہا جاتا تھا یہی وجہ تھی کہ سلاطین اسلام کے دور اقتدار میں ایک مفتی کا فیصلہ حاکم اسلام کے برابر ہوتا تھا مگر آج فتوے کا وقار کھو گیا اور مفتی بے وزن ہو گیا ہے بے محل لفظ علامہ کے استعمال سے اس کی اصلیت مجروح ومتاثر ہو گئی ہے دلوں میں اس کی عظمت کم ہو گئی ہے اس طرح کی کجروی سے ملت اسلامیہ کہاں سے کہاں تک پہنچی ہے جس سے ہم لاعلم اور بے خبر ہیں ایسے مکروہ جراثیم سے ملت کو پاک کرنے کی ضرورت ہے تاکہ آنے والی نسلیں اس بے راہ روی کا سامنا نہ کریں ورنہ دین کے نام پر بے دینی و بے اعتدالی ہی پھیلے گی اور عمل کے نام پر نمود و دکھاوا ہوگا پھر آہستہ آہستہ ہر شعبہ شریعت سے مسلمان کا رشتہ کمزور ہو جائے گا یا مکمل طور پر ٹوٹ جائے گا۔

پیش نظر کتاب ''مبالغہ آرائی و بیجا القابات کا فتنہ'' کو اسی جذبۂ صادق کے تحت ترتیب دیا گیا ہے کہ اس سے ممبر ومحراب میں ہونے والی بے اعتدالیوں کا خاتمہ ہو اس طرح کے الفاظ لکھنے اور بولنے میں احتیاط کی جائے بلکہ اس سے احتراز واجتناب کیا جائے جو لوگ اس بلا میں مبتلا ہیں ان کے لیے یہ کتاب تازیانہ عبرت وعمل ہو وہ راہ راست پر آ جائیں ان کی زبانیں محتاط ہوں وہ شرعی تقاضوں کا لحاظ کریں نیز اس کتاب میں صلح کلیوں کی بھی خبر لی گئی ہے اور ان پر تازیانے برسائے گئے ہیں بلاشبہ عہد حاضر میں صلح کلی کا رد بلیغ بے حد ضروری ہے کیونکہ صلح کلیت اس دور کا سب سے بڑا فتنہ ہے اگر اس فتنے سے ملت اسلامیہ پاک وصاف نہ ہوئی تو مسلمانوں کو ایسا نقصان وخسارہ ہوگا جس کی تلافی

مدتوں ممکن نہ ہوگی۔

زیر نظر کتاب میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ مسلک اعلی حضرت عقائد و ایمانیات اور اعمال شرعیہ و مراسم اسلامیہ کے مجموعے کا نام ہے صرف عقائد و ایمان یا صرف اعمال و مراسم کا نام مسلک اعلی حضرت نہیں بلکہ بلا تفریق و امتیاز دونوں کے مجموعے کو مسلک اعلی حضرت کہتے ہیں یہی مذہب اہل سنت و جماعت ہے یاد رکھو کہ مذہب اہل سنت و جماعت کی دوسری تعبیر کا نام مسلک اعلی حضرت ہے یہی علمائے حق کا فیصلہ اوران کا فرمان ہے یہ بات بھی درست ہے کہ آج کل مجالس ومحافل اور جلسوں کانفرنسوں میں تقاریر و بیان کم اور نعت خوانی وقصیدہ خوانی زیادہ ہوتی ہے اس سے عوام الناس پر جو اثرات مرتب ہوتے ہیں اس کتاب میں اس کی نشاندہی کی گئی اوران کے لیے جو اصلاحی پہلو ہیں ان کو واضح وعیاں کیا گیا ہے غرضیکہ جن ضروری مسائل پر کتاب میں روشنی ڈالی گئی ہے وہ وقت کی ضرورت اور ایک اہم اقدام ہے اس سلسلے میں ممدوح گرامی حضرت مولانا صوفی عبدالصمد صاحب خلیفہ بدر ملت وخلیفہ تاج الشریعہ علیہما الرحمہ نے جو کدو کاوش اور محنت وعرق ریزی کی ہے وہ بارگاہ خداوندی میں مقبول ہو اور اس راہ میں ان کے جو معاونین و دست و بازو ہیں رب کائنات ان سب کو سعادت دارین سے نوازے اوران کی خدمات دینیہ کو شرف قبول عطا کرے آمین بجاہ حبیبہ محمد صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ اصحابہ اجمعین برحمتک یاارحم الراحمین

فقیر محمد عیسی رضوی قادری عفی عنہ

7 ررمضان المبارک 1446 ہجری 8 رمارچ 2025 عیسوی

تأثر گرامی

یادگار سلف خلیفۂ حضور مفتیٔ نانپارہ حضرت

مولانا مفتی مشتاق احمد قادری عزیزی امجدی صاحب قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ

اُستاذ و مفتی جامعہ اہل سنت صادق العلوم شاہی مسجد ناسک (مہاراشٹر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تہ رسالۂ شفا برائے القابِ بے جا ۱۴۴۶ھ

القاب و آداب کی تاریخ کوئی نئی نہیں ہے بلکہ بہت پرانی ہے ماضی میں جن شخصیات کو ان کی قرارِ واقعی حیثیت کے مطابق اعزازاً القابات دیے گیے وہ ان کے حقدار رہے ہیں اللہ تعالیٰ نے خود اپنے کلام پاک میں اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نوع بنوع القابات کے ساتھ یاد فرمایا ہے اسی کے ساتھ ہی ساتھ صحابۂ کرام اور ان کے بعد اصاغر و اکابر کو القابات دیے جانے کا تسلسل رہا ہے جو آج تک جاری و ساری ہے لیکن اس عمل میں کچھ دہائیوں سے بڑی بد نظمی ہوگئی ہے خصوصاً جب سے مروجہ جلسے جلوس نے فروغ حاصل کیا ہے تب سے بے روک ٹوک اسٹیجوں اور پوسٹروں میں بے محل ٹائٹل دینے کا رواج زور پکڑ گیا ہے جس سے صحیح القابات کے حقداروں اور غیر حقداروں کے درمیان امتیاز کو اٹھا دیا ہے خدا خیر کرے، القابات چسپاں کرنے والوں کے پاس نہ کوئی معیار ہے اور نہ ہی القابات یافتہ حضرات کو پیچھے مڑ کر دیکھنے اور اس پر اعتراض و اصلاح کی ضرورت و فکر، اس بارے میں اصلاح کی کوئی آہٹ اب تک کسی سے کہیں سے سنائی نہیں دے رہی ہے سوائے دنیائے سنیت کی منفرد علمی پختہ کار تقویٰ شعار ذات کہ جس کو بدر ملت علامہ مفتی بدرالدین صاحب قادری رضوی علیہ الرحمہ کے نام سے جانا اور پہچانا جاتا ہے۔ ان کے ہی ایک لائق و فائق شاگرد عالم دین کا بیان ہے کہ ایک جلسے میں موصوف مدعو تھے۔ جب

آپ کی خطابت کا وقت آیا کرسی پر جلوہ فرما ہوئے اور اناؤنسر نے تعارف میں آپ کو علامہ کہہ دیا آپ نے فرمایا کہ علامہ کی تعریف معلوم ہے مجھے آپ نے علامہ کہہ دیا میں اس کے لائق نہیں توبہ کرو۔

چنانچہ آپ نے مجمع عام میں اسٹیج پر ہی تعارف کنندہ سے توبہ کرائی۔اس احتیاط کی مثال آج دنیا میں مفقود ہے۔

ع آتی کہاں ہے روز روز ایسی ہستیاں

القابات دہی اور ستائش پسندی کی اس تاریک دنیا میں اصلاح و فلاح کی شمع افروزی کی غرض کے تحت یہ کوشش بنام ''مبالغہ آرائی و بے جا القابات کا فتنہ'' قائم مقام واجب کفایہ اور قابل ستائش ہے۔

اس تحریری کاوش کی زمین کتب کثیر و اقوال اسلاف خصوصاً سیدی علامہ مفتی علامہ بدر ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کے حوالوں اور ارشادات وعملیات سے لہلہا رہی ہے اہل مطالعہ کو اپنی اثر انگیزی کے فیضان وعرفان سے کرے گی کہ

ع دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے

تحریر کے اثر آفرینی کو محسوس کرنے کے لیے ایک اقتباس نشان خاطر کریں۔

حضرت مفتی نظام الدین صاحب رضوی علیہ الرحمہ سابق استاذ دار العلوم فیض الرسول براؤں شریف تحریر فرماتے ہیں'' آج بھاری بھرکم آداب و القابات سے خوش ہونے کا دور ہے اس طرح کے الفاظ اپنے صحیح معانی کی تلاش میں نہ جانے کہاں کہاں بھٹکتے پھر رہے ہیں مگر مجھے خوب یاد ہے کہ ایک جلسہ جس میں حضرت بدر ملت علیہ الرحمہ کے علاوہ نامور خطباء رونق ممبر تھے میں بحیثیت سامع شریک محفل تھا ناظم اجلاس نے حضرت بدر ملت علیہ الرحمہ کے نام کا اعلان کرتے ہوئے شیخ القرآن کہہ دیا مروجہ استقبالیہ نعرے کے بعد بھی حضرت قبلہ اپنی جگہ بیٹھے رہے کسی نے قریب جا کر عرض کیا حضور آپ کا اعلان ہوا ہے فرمایا نہیں تو یہ تو شیخ القرآن کا اعلان ہوا ہے جو صاحب شیخ القرآن ہوں وہ چلیں اور

تقریر فرمائیں جب بتایا گیا کہ آپ ہی کا اعلان ہوا ہے تو سخت برہم ہوئے فرمانے لگے لا حول ولا قوۃ الا باللہ اتنی بڑی دھاندلی جس کو چاہا شیخ القرآن کہہ دیا کہا میں شیخ القرآن نہیں ہوں شیخ القرآن حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے ناظم سے فرمایا رجوع کرو تو انہوں نے رجوع کرنے کے بعد دوبارہ اعلان کیا تو جلالۃ العلم کہہ دیا تو فرمانے لگے عجیب حال ہے کہ تار سے گرا تو کھجور میں اٹک گیا میرے استاذ کے لیے یہ لفظ بہت مشہور ہے میں اس لقب کو اپنے لیے گوارہ نہیں کرسکتا پھر رجوع کرایا اس کے بعد آپ کا بیان ہوا۔" (ص ٦١، ٦٠)

خلاصۂ تحریر پڑھیں گے تو دل باغ باغ ہوجائے گا اس واقعہ سے جو حاصل ہوا اس کو بڑے ہی عمدہ پیرائے میں لکھا گیا ہے اہل ذوق کتاب میں اس کو ضرور پڑھیں اس طرح کی دیگر تحریریں بھی انقلابی اور چشم کشا ہیں۔ اس تحریر و کتاب کے قلمکار اور مصنف مستفیض فیضان بدر ملت خلیفۂ تاج الشریعہ و علامہ میلسی حضرت مولانا عبدالصمد صاحب قادری رضوی اورنگ آبادی مدظلہ العالی ہیں۔

موصوف اور ان کی قلمی، علمی خدمات و نگارشات سے میں اس وقت سے آشنا ہوں جب وہ مہاراشٹر کے مشہور ضلع ناندیڑ میں رہ کر دینی خدمات انجام دے رہے تھے۔ وہ اپنے بزرگوں خصوصاً اپنے مربی و اُستاذ حضرت بدرِ ملت علیہ الرحمہ کے عکس جمیل ہیں۔ ان کے قلمی احساسات تصلب، شریعت و طریقت کے عطر سے معمور ہیں۔ اس عہد میں وہ اپنے اس قسم کے کارناموں کی بنیاد پر منفرد الحیثیت ہیں۔ دنیا کے احوال پر برابر تنقیدی نگاہ رکھتے ہیں۔ جہاں جس وقت دینی ضرورت خصوصاً نہی عن المنکر کا موقع دیکھا اعلیٰ حضرت کا خنجر خونخوار نکال کر میدانَ تحریر میں اُتر پڑتے ہیں۔ زیر نظر یہ تحریر بھی اسی مزاج کی دین ہے۔ اس سلگتے موضوع پر سارا جہان خاموش نظر آتا ہے کہیں تا ہنوز کوئی حرکت دکھائی نہیں دے رہی ہے لیکن آپ ہیں کہ پورے خلوص کے ساتھ ضروری تحریر امت کے سامنے پیش کردی تا کہ موجودہ افراد اہل سنت بھی اپنے اسلاف کے رنگ میں رنگ جائیں، ایک

سچے دین کے ہمدرد کی یہی شان ہوتی ہے، موصوف کی تحریر میں کام کی تعلّی کی بھنک بھی نہیں ہے بلکہ خلوص وللّٰہیت کے ساتھ جلوے جابجا دکھائی دیتے ہیں، ضرورت ہے کہ یہ کارنامہ ہر دانش گاہ پر خانقاہ اور ہر علمی شخصیت ہر شاعر ومقرر شیخ وصوفی، داعی ومبلغ تک پہنچے، چراغ سے چراغ جلنے کی کہاوت کے مطابق مسلسل اس کی اشاعت کی جائے تاکہ مبالغہ آرائی اور بے جا القابات کی تاریکیوں کا قلع مقع کیا جاسکے۔

جہانِ علم سے دلی امید ہے کہ محترم صوفی صاحب قبلہ مدظلہ العالی کے اس کاوش کو گھر گھر پہنچانے میں پوری دلدہی سے تعاون فرمائیں گے اور پھیلی ہوئی بدعت کو جڑ سے اُکھاڑ پھینکنے میں شریک وسہیم بنیں گے۔

مشتاق احمد قادری عزیزی امجدی

خادم درس وافتاء جامعہ اہل سنت صادق العلوم، مہاراشٹر

۱۲، رمضان ۱۴۴۶ھ یکشنبہ

دوزخ کی آگ، آتش دنیا سے کتنی گرم ہے؟

خبر ابن مسعود:۔ حضرت امام اعمش سے روایت آئی ہے وہ حضرت یزید بن وھب سے وہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں۔ آپ نے فرمایا ۔ بیشک تمہاری یہ دنیا کی آگ، نار جہنم کے ستر اجزاء میں سے ایک جز ہے۔ یعنی آتش دوزخ کی تپش (Heat) دُنیا کی آگ سے انہتر گنی زیادہ تیز ہے۔ اگر یہ سمندر میں دو مرتبہ بجھاوادی ہوئی نہ ہوتی تو تم اس سے نفع نہیں اٹھا سکتے تھے۔ اور امام مجاہد کا کہنا ہے کہ تمہاری یہ آگ جہنم کی آگ سے پناہ مانگتی ہے۔ (ذکری للذکرین، جلد ۱ ص ۱۷۴)

تقریظ جمیل

از حضرت مولانا **محمد ملک الظفر قادری** صاحب قبلہ مدظلہ العالی

سربراہ اعلیٰ جامعہ خیریہ نظامیہ، سہسرام، بہار

حضرت مولانا عبد الصمد صاحب جماعت اہلسنت میں ایک حساس طبع اور زندہ ضمیر عالم دین کی حیثیت سے جانے پہچانے جاتے ہیں جماعت کی قدیم پاکیزہ روایات پہ جب کسی کی فکر، خیال، بیان اور خطاب سے زد پڑتی نظر آتی ہے تو وہ میدان عمل میں سرگرم ہو جاتے ہیں۔

''القاب وآداب کا بے جا استعمال'' ایک اہم اور فکر انگیز موضوع پہ لکھی گئی کتاب ہے۔ اس کا مقصد سماج میں موجود بے جا رسمی القاب اور آداب کی تشہیر پہ تنقید ہے، اس وقت جماعتی سطح پہ جو آزادی فکر وخیال کا غلبہ ہو رہا ہے اس پس منظر میں یہ القاب وآداب اپنی معنویت کھوتے جا رہے ہیں اب تو حالات یہ بن چکے ہیں کہ یہ کھوکھلے الفاظ بلند قامت شخصیات کے لیے توہین آمیز معلوم ہونے لگے ہیں ان حالات میں اس کے خلاف مضبوط عملی قدم اٹھانے کی ضرورت تھی مولانا عبد الصمد صاحب نے اس حساس موضوع پہ یقیناً ایک قابل تحسین علمی کوشش کی ہے۔ ایسے موضوعات عام طور پہ معاشرتی رویوں، اخلاقی قدروں، اور اسلامی تعلیمات کے تناظر میں گہرے غور وفکر کا تقاضا کرتے ہیں۔

اس موضوع پہ قلم اٹھانا موجودہ سماجی رجحانات کے حوالے سے ایک مستحسن قدم ہے۔ القاب وآداب کا بے جا استعمال نہ صرف اخلاقی قدروں کو متاثر کرتا ہے بلکہ بسا اوقات سماجی تفاوت اور تصنع کو فروغ دینے کا سبب بھی بن جاتا ہے۔

کتاب میں اسلامی اُصول وقواعد اور سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں القاب و آداب کے بے جا استعمال پہ شرعی دلائل کے ساتھ سنجیدہ گفتگو کی گی ہے۔ کتاب میں

القاب وآداب کے غلط استعمال کے سماجی اثرات، ان کے اسباب پہ گفتگو کرتے ہوئے اصلاحی تجاویز بھی پیش کی گئی ہیں جو یقیناً علمی وفکری طور پہ ایک مفید اضافہ ہوگا۔

یہ کتاب ان قارئین کے لیے نہایت مفید ہو سکتی ہے جو سماجی واخلاقی مسائل پہ غور و فکر کرنے کے عادی ہیں۔ مرتب نے اس حساس موضوع پہ علمی گہرائی کے ساتھ ساتھ اصلاحی پہلوؤں کو بھی اجاگر کیا ہے، جو یقیناً ایک قابل مبارکباد اقدام ہے آنے والے وقت میں یہ کوشش ایک قیمتی علمی سرمایہ ثابت ہوگی۔

فقیر محمد ملک الظفر قادری غفرلہ

۲۶ر شوال المکرم ۱۴۴۶ھ مطابق ۲۵ر اپریل ۲۰۲۵ء

جمعہ مبارکہ

جہنم کے انواع عذاب میں سے ایک

حضرت امام ابو اللیث سمرقندی باسناد تام بطریق امام اعمش حضرت امام مجاہد سے روای ہیں۔ آپ فرماتے ہیں جہنم میں بہت سے جباب یعنی بڑے بڑے اور بہت گہرے گہرے کنویں ہیں۔ ان میں بہت موٹے موٹے سانپ ہیں جیسے بختی اونٹوں کی گردنیں۔ اور بڑے بڑے جسیم جسیم بچھو ہیں۔ جیسے سیاہ فام خچر تو دوزخی آگ سے گھبرا کر ان کنوؤں کی طرف بھاگیں گے وہاں وہی اژدہے انہیں اپنے ہونٹوں سے پکڑ کے سر سے پاؤں تک ان کی کھال کھینچ کر نوچ نوچ کر بدن ننگے کر دیں گے۔ تو وہ دوزخی ان اژدہوں سے نجات پانے کے لیے دوبارہ آگ ہی کی طرف بھاگ آنے پر مجبور ہوں گے۔ (خدا کی پناہ)

حدیث پاک میں حضرت جبیر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ بیشک دوزخ میں ایسے اژدہے ہیں جیسے اونٹوں کی گردنیں وہ جس کو ایک بار ڈس لیں تو اس کے زہر کا چڑھنا، جلن یا دُکھن کا احساس ۴۰ر سال تک قائم رہے گا۔ (ذکری للذکرین، ج ۱، ص ۱۷۳)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ذِی الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ اَلَّذِیْ زَیَّنَ زَمَانَنَا بِوُجُوْدِ الْعُلَمَاءِ حُمَاۃِ الْاِسْلَامِ وَجَعَلَھُمْ وَرَثَۃَ الْاَنْبِیَاءِ الْکِرَامِ وَاَفْضَلُ الصَّلَاۃِ وَاَکْمَلُ السَّلَامِ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ خَیْرِ الْاَنَامِ اَلَّذِیْ قَامَتْ شَرِیْعَتُہٗ عَلٰی سَبِیْلِ الدَّوَامِ وَعَلٰی اٰلِہٖ الْفَخَامِ وَاَصْحَابِہٖ الْعِظَامِ وَمَنْ تَبِعَھُمْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامِ۔

حرفِ آغاز

کیا کہیں کچھ کہا نہیں جاتا　　اب تو چپ بھی رہا نہیں جاتا

ہمارے پیر ومرشد شبیہ غوثِ اعظم، تاجدارِ اہلِ سنّت، شہزادۂ اعلیٰ حضرت سرکار حضور مفتی اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان اپنے دور کے مذہبی کہنے جانے والے، آزاد رہبر و رہنما کی اپنے نعتیہ دیوان ''سامانِ بخشش'' میں عکاسی کرتے ہوئے یوں تحریر فرماتے ہیں:

رہنماؤں کی سی صورت راہ ماری کام ہے　　راہزان ہیں کو بکو اور رہنما ملتا نہیں
اہلے گہلے ہیں مشائخ آج کل ہر ہر گلی　　بے ہمہ و با ہما مردِ خدا ملتا نہیں
ہیں صفائے ظاہری کے ساز وساماں خوب خوب　　جس کا باطن صاف ہو، وہ باصفا ملتا نہیں
ہے ریا کاری کا شہرہ اور ریا کاری کی دھوم　　بوریائے فقر بھی اب بے ریا ملتا نہیں
بر زبان تسبیح و در دلِ گاؤ خر کا دور ہے　　ایسے ملتے ہیں بہت اس سے ورا ملتا نہیں
وصلِ مولیٰ چاہتے ہو تو وسیلہ ڈھونڈ لو　　بے وسیلہ نجدیو! ہرگز خدا ملتا نہیں
دشمنِ جاں سے کہیں بدتر ہے دشمن دین کا　　ان کے دشمن سے کبھی ان کا گدا ملتا نہیں

الحمد للہ ربّ العٰلمین فقیر سراپا تقصیر تقریباً ۳۴۔۳۵ سال سے بخیر خواہیٔ مسلمین، مرشد گرامی اور اپنے لائق وفائق اُستاذ ومربی حضور بدرِ ملت کے افکار ونظریات اور ان کی تعلیمات کو عام سے عام کرنے میں مصروف ہے۔ مولیٰ تبارک وتعالیٰ اپنے محبوب سرکار

مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء کے صدقے اور طفیل میں اس تبلیغ سنّیت اور اشاعتِ دین کے ان اہم کاموں میں اُمید سے زیادہ کامیابی وکامرانی سے ہم کنار فرماتا جارہاہے اور بفضلہٖ تعالیٰ یہ سلسلہ جاری ہے کہ ابھی چند ماہ پیشتر فتنۂ صلح کلیہ جو صرف ہمارے ملک ہی میں نہیں، پوری دنیا میں پھیلا ہوا ہے۔ جس کے متعلق علمائے حق تحریر فرماتے ہیں کہ ''درحقیقت صلح کلّیت ہی ہر بدمذہبی کی جڑ، ہر بے دینی کی بنیاد اور ہر فتنے کا دروازہ ہے۔''

اس فتنۂ ملعونہ کے رَد میں ماہِ رمضان المبارک ۱۴۴۵ھ سے قبل ۲۸۸ صفحات پر مشتمل کتاب ''ردِّ صلح کلّیہ ماخوذ از فتاویٰ حشمتیہ'' شائع کرواکر ملک و بیرونِ ملک تک پہنچانے کی توفیق میسّر ہوئی اور اس کے بعد ہی عرسِ رضوی ۱۴۴۶ھ کے سنہرے موقع پر تصویر کشی اور مولائی فرقہ جو دورِ حاضر میں عالم گیر فتنہ بنا ہوا ہے، ان کے رَد و ابطال میں ''تصویر کشی اور ویڈیو گرافی کا شرعی حکم'' اور ''مولائی فرقے کی حقیقت'' نامی کتابیں شائع کرواکر دور دور تک پھیلانے کی بحمدہٖ تعالیٰ توفیق ملی۔

مذکورہ بالا اشاعت حق وابطالِ باطل کی توفیق میسر ہو جانا یہ سب ہمارے پیر و مرشد اور شفیق اُستاذِ گرامی کی دعاؤں کا صدقہ سمجھتا ہوں۔ نیز انہیں مربّیان کی دعاؤں کے صلے میں پروردگارِ عالم کا مجھ عاصی پُر معاصی پر بے پایاں اور بے انتہا فضل و کرم ہے کہ اُس نے اِس بے نوا کو بے سروسامانی کے عالم میں اور مخالفین و حاسدین وغیرہ کے ہجوم میں اس دورِ پُرفتن و پُرآشوب میں دینِ حق یعنی مسلکِ اعلیٰ حضرت کی حمایت اور ترویج و اشاعت میں کچھ حصّہ لینے کی توفیق خیر بخشی۔ مولیٰ تبارک وتعالیٰ ہمارے مرشدانِ طریقت اور جملہ علمائے ربّانیین اور اولیائے کاملین کے صدقے اور طفیل میں اسے اپنی بارگاہ میں قبول و مقبول فرمائے اور آخرت میں بخشش اور نجات کا ذریعہ بنائے اور ہمیں رِیا و نمود اور عُجب و غرور وغیرہ جیسے جملہ خطرناک روحانی امراض سے بچاکر اخیر وقت تک اپنی اور اپنے محبوب کی رضا و خوش نودی والے کاموں میں منہمک و مشغول رکھ کر خاتمہ بالخیر فرمائے۔ قبر و برزخ کی منزل آسان فرمائے اور میدانِ محشر میں شفیع المذنبین سرکارِ مدینہ علیہ الصلوٰۃ

والسلام کی شفاعت نصیب فرمائے اور ہمارے جملہ معاونین کو سعادتِ دارین سے مالا مال کرے۔ آمین ثم آمین

تحدیث نعمت کی نیت سے عرض ہے کہ بحمدہٖ تبارک وتعالیٰ و بعونِ سرکار مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنا اب تک تقریباً ۵۵ ؍مذہبی اور مسلکِ اعلیٰ حضرت سے تعلق رکھنے والی کتب شائع کروانے کے بعد یہ نئی کتاب ترتیب دی گئی ہے۔ جس کی اشد ضرورت محسوس کی جا رہی تھی اور جانے انجانے اس فتنے میں ہماری جماعت اہلِ سنّت کے بہت سارے افراد گرفتار ہیں اور اس کا زور بڑھتا ہی جا رہا ہے۔ یہ کتاب اپنے ان دینی بھائیوں کی اصلاح اور یاددہانی کی نیت سے منظرعام پر لانے کا تہیہ کیا گیا جنھیں خدائی پکڑ اور عذابِ آخرت سے بچنے کی فکر ہو۔ اس کتاب کا نام ’’مبالغہ آرائی اور بے جا القابات کا فتنہ‘‘ رکھا گیا ہے۔ مذکور کتاب کس موضوع پر ہے؟ وہ کتاب کے نام ہی سے ظاہر ہے۔ اس میں چند علمائے حق کی مدلّل تحریریں اور ہدایتیں، نیز فتاویٰ کو یکجا کرنے کی بفضلہٖ تعالیٰ ایک کامیاب کوشش کی گئی ہے۔ مولائے کریم اس دینی خدمت کو بھی شرفِ قبولیت بخشے اور دورِ حاضر کے مبالغہ ضالّہ جیسے بدعتِ سیئہ سے مسلمانوں کو بچنے اور حکمِ شرع پر عمل کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین

ہماری اس تحریر میں چند سطور قبل ’’مسلکِ اعلیٰ حضرت‘‘ کا لفظ مرقوم ہے۔ اس سلسلے میں دورِ حاضر کے کچھ مولوی اور پیر کہلانے والے کا یہ نظریہ سننے میں آ رہا ہے کہ ’’مسلکِ اعلیٰ حضرت‘‘ صرف عقائد و ایمان پر بولا جاتا ہے، باقی رہے اعمال، مسائل وفضائل تو اس پر ’’مسلکِ اعلیٰ حضرت‘‘ کا اطلاق نہیں ہوتا۔ ان کے اس من گڑھت نظریہ کے ازالہ کے لیے ماضی قریب کے متدین حضرات کے کچھ حوالے قلم بند کیے جاتے ہیں۔

اس سلسلے میں ہمارے اسلاف کرام کا بھی یہی نظریہ رہا کہ ’’مسلکِ اعلیٰ حضرت‘‘ عقائد و اعمال دونوں کا مجموعہ ہے۔ اور ہمارے ماضی قریب کے عالمِ ربّانی اُستاذ گرامی حضور بدرِ ملت کا بھی یہی موقف رہا۔ اپنے مکتوب میں آپ یوں رقم طراز ہیں: ’’مسلکِ

اعلیٰ حضرت جہاں ایک طرف سنّیت میں تصلّب اور فرقہائے باطلہ وہابی، دیوبندی، تبلیغی، مودودی، نیچری، قادیانی، رافضی، خارجی، ندوی اور صلح کلّی وغیرہ سے دور ونفور رہنے کا سختی کے ساتھ تاکید کرتا ہے، وہیں دوسری جانب اعمال، کردار کو حکمِ شرع کے دائرے میں رکھنے کا مطالبہ بھی کرتا ہے۔

اور ہمارے مرشدِ اجازت حضور تاج الشریعہ بھی اپنے بزرگوں کی روش پر چلتے ہوئے نثر ونظم میں یہی فرماتے رہے اور بڑے بڑے جلسوں میں بھی بیان کرتے رہے کہ ''مسلکِ اعلیٰ حضرت'' عقائد واعمال دونوں کا مجموعہ ہے۔

اور یہی تعلیم آپ نے اپنے نعتیہ دیوان ''سفینۂ بخشش'' میں بھی دی ہے۔ ملاحظہ کریں ؎

عیش کرلو یہاں منکرو! چار دن — مر کے ترسوگے اس زندگی کے لیے
مسلکِ اعلیٰ حضرت پہ قائم رہو — زندگی دی گئی ہے اسی کے لیے
مسلکِ اعلیٰ حضرت سلامت رہے — ہے یہ پہچان دینِ نبی کے لیے
داغِ عشق نبی لے چلو قبر میں — ہے چراغِ لحد روشنی کے لیے
صلح کلّی نبی کا نہیں سنیو! — سنّی مسلم ہے سچّا نبی کے لیے
جن کے دل میں ہے عشقِ نبی کی چمک — وہ ترستے نہیں چاندنی کے لیے

اختر قادری خلد میں چل دیا
خلد وا ہے ہر ایک قادری کے لیے

اسی لیے یادگارِ سلف، ماہر ہفت لسان، خلیفہ وتلیذ رشید حضور مجاہد ملت حضرت علامہ مفتی عاشق الرحمٰن قبلہ حبیبی الٰہ آبادی علیہ الرحمۃ والرضوان فرمایا کرتے تھے کہ دورِ حاضر میں صحیح معنیٰ میں ''مسلکِ اعلیٰ حضرت'' پر وہی شخص قائم ہے جو تاج الشریعہ کے موقف پر ہے۔

ازیں قبل اس تحریر میں بھی ''علمائے حق'' کا فقرہ آچکا ہے۔ یہاں پر اس کی

وضاحت کر دینا بھی ضروری ہے تاکہ ہر خاص و عام کو سمجھ میں آجائے کہ علمائے حق اور علمائے سو میں کتنا بڑا فرق ہے۔

اکبر کے دور میں فتنۂ ''دین الٰہی'' کے انسداد کے موقع پر دورِ جہانگیری میں حضرت مجدّد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہٗ العزیز نے اپنے خلیفہ شیخ فرید بخاری کو مکتوب ارسال فرمایا، جس میں تحریر فرمایا: ''ایسے دین دار علمائے آخرت جو جاہ و ریاست کے طالب نہ ہوں اور ترویج شریعت اور تائید ملت کے علاوہ کوئی مقصد نہ رکھتے ہوں، اگرچہ تعداد میں بہت قلیل ہوں۔ ان کا انتخاب کیا جائے۔ اگر علمائے سوء ہوئے تو ترویج شریعت کے بجائے تخریب دین ہو جائے گا۔ یعنی دین خراب ہو جائے گا۔ اس لیے کہ خلائق کی رستگاری اور فلاح و صلاح علمائے حق کے وجود سے وابستہ ہے۔ علمائے حق بہترین مخلوق ہیں۔ اسی طرح دنیا کا زیاں اور مخلوق کا بگاڑ و فساد علمائے سوء کے وجود سے وابستہ ہے۔ علمائے سوء بدترین مخلوقِ ہیں۔ ہدایت اور گمراہی ان ہی دونوں پر موقوف ہے۔

(خلاصہ مکتوب، دفتر اوّل، مکتوب نمبر ۴۷، مکتوباتِ امام ربانی، مطبوعہ رضا اکیڈمی، بحوالہ باغِ فردوس، مجدد دین اسلام نمبر، اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ، ص ۳۱۴)

یہاں پر ایک اشکال پیدا ہو رہا تھا کہ ہم جماعتِ اہلِ سنّت کسے علمائے سوء سے تعبیر کریں؟ ربِّ کریم کروڑہا کروڑ رحمت و انوار کی بارش برساتا رہے ہمارے ان عظیم رہنماؤں اور پیشواؤں کے مرقد پر، جنھوں نے ہماری ہر موڑ پر رہنمائی فرمائی ہے۔

مذکور اشکال کو دفع فرماتے ہوئے امام ربّانی مجدّد الف ثانی قدس سرہٗ العزیز تحریر فرماتے ہیں:

''جو علما دُنیوی عزت اور سرداری کی محبت اور مال اور سربلندی کی خواہش میں مبتلا ہیں اور اس کمینی دنیا کی محبت میں گرفتار ہیں (وہ علمائے دین نہیں بلکہ وہ) علمائے دنیا ہیں۔ وہی بُرے ملّانے اور تمام انسانوں میں سب سے بدتر اور دین کے چور ہیں، حالانکہ وہ اپنے آپ کو دین کا پیشوا اور تمام مخلوقات میں سب سے بہتر سمجھتے ہیں کہ انھوں نے کچھ کیا۔

سنتے ہو...؟ وہی جھوٹے ہیں۔ ان پر شیطان غالب آ گیا تو انھیں اللہ کی یاد بھلا دی۔ وہ شیطان کے گروہ ہیں۔ سنتا ہے...؟ بے شک شیطان ہی کا گروہ ہار میں ہے۔

میرے ایک دوست نے شیطان ملعون کو دیکھا کہ بیکار بیٹھا ہے۔ اُس دوست نے اس کا راز پوچھا۔ ملعون بولا کہ اس وقت کے بُرے ملّاؤں نے اس کام میں میری بہت بڑی مدد کی ہے اور مجھ کو اس کام سے انھوں نے فارغ کر دیا ہے۔ اور حق بھی یہ ہے کہ اس زمانے میں شریعت کی باتوں کے اندر جو کچھ کمزوریاں، خرابیاں واقع ہوئی ہیں اور سنیت و اسلام کی اشاعت میں جو کچھ فتور پڑ گئے ہیں، سب انھیں بُرے ملّانوں، دین فروش و دنیا خر مولویوں کی نحوست اور انھیں کی خرابیِ نیت کے سبب سے ہے۔ (مکتوبات شریف، جلد اوّل، مکتوب نمبر ۳۳،ص ۴۷)[1] (بحوالہ ردِّ صلح کلیہ، ماخوذ از فتاویٰ حشمتیہ،ص ۱۶۵)

حضرت علامہ سردار احمد صاحب محدثِ اعظم پاکستان قدس سرہٗ العزیز فرمایا کرتے تھے:

''جو مولوی سنّی ہو کر بدعقیدہ مسلک والوں کے جلسے میں آتا جاتا ہے، ایسے کے متعلق فرماتے، وہ پلپلا ہے، ہر دیگ کا چمچہ ہے۔

اکثر ڈُھل مُل یقین سنّیوں کو فرماتے: ہمارا مذہب فٹ بال نہیں، اِدھر سے ٹھوکر لگی اُدھر، اُدھر سے ٹھوکر لگی اِدھر۔''

دورۂ حدیث کے اختتام پر جلسۂ فضیلت کے موقع پر فارغ التّحصیل ہونے والے طلباءِ کرام کو ہدایات دیتے ہوئے ارشاد فرماتے:

''سُنّی علما، دین کے پہرے دار ہیں، جو پہرے دار چوروں سے مل جائے، وہ غدّار ہے۔ یونہی جو عالمِ دین بدمذہب، بدعقیدہ، بے دینوں یعنی دین کے چوروں سے مل جائے، وہ دین کا چوکیدار نہیں، چوروں کا ساتھی ہے۔''

(گستاخوں سے اتحاد و اِشتراک،ص ۲۵، از حضرت علامہ حسن علی میلسی صاحب قبلہ مدظلہ العالی)

---

[1] مکتوباتِ ربّانی، مجدد الف ثانی، فارسی زبان میں ہے۔ دورِ حاضر کے مسلمانوں کی آسانی کی خاطر اس کا اردو ترجمہ پیش کیا گیا ہے۔ مؤلف

حضور مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ والرضوان اور حضور محدثِ اعظم پاکستان علیہ الرحمہ کی مذکورہ بالا تحریر پُرتنویر سے ہر کس و ناکس پر یہ امر واضح ہوجاتا ہے کہ علمائے حق اور علمائے سوء کے درمیان کتنا بڑا فرق ہے۔ جب کہ علمائے حق کے مقابلے میں زمانۂ ماضی میں بھی ان کی تعداد زیادہ رہی اور اب تو اس پُرفتن و پُرآشوب دور میں علمائے سوء کی کثرت کا کوئی اندازہ اور حساب نہیں لگایا جاسکتا ہے۔ دورِ حاضر میں ہر چہار جانب ان کی جماعت کیڑے مکوڑے کی طرح پھیلی ہوئی ہے۔ حصولِ زر اور دنیا کی خاطر دین وایمان کا سودا کرتے ہوئے نظر آرہے ہیں۔

ایسے حالات میں خوش عقیدہ سنّی مسلمانوں پر لازم ہے کہ خود کو اور اپنے عزیز و اقارب اور دوست و احباب کو علمائے حق کے دامن سے وابستہ رکھنے کی ہر ممکن کوشش کریں۔ اور امام عشق ومحبت سرکار اعلیٰ حضرت کے مندرجہ ذیل اشعار کو حرزِ جاں بنائیں، تاکہ دین و ایمان اور اعمالِ صالحہ کا انتہائی قیمتی سرمایہ سلامت رہے، اور ضائع و برباد ہونے سے محفوظ رہے۔

سونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے　　سونے والے جاگتے رہیو چوروں کی رکھوالی ہے
سونا پاس ہے، سوُنا بن ہے، سونا زہر ہے اُٹھ پیارے　　تو کہتا ہے میٹھی نیند ہے تیری مت ہی نرالی ہے
آنکھ سے کاجل صاف چرالیں یاں وہ چور بلا کے ہیں　　تیری گٹھری تاکی ہے اور تو نے نیند نکالی ہے

مذکور بالا تحریر کی روشنی میں مسلکِ احناف پر یہ امر دوپہر کے اُجالے کی طرح روشن اور درخشاں ہوجاتا ہے کہ جس طرح صلح کلیوں کا موقف اختیار کرنا اور صحابیٔ رسول کی بلند و بالا شان میں تبرّ ابازی اور ان کی توہین کرنا ''مسلکِ اعلیٰ حضرت'' کی مخالفت ہے، اسی طرح مبالغہ آرائی اور بے جا القابات کسی نااہل کو دینا، تصویر کشی اور ویڈیوگرافی کرنا اور کروانا، ٹی وی اور سنیما میں مبتلا ہونا، اسی طرح لیپ ٹاپ کے ذریعے مسجد میں مذہبی پروگرام کے نام پر دین کو تماشا بنانا، بنوانا، بے حیائی اور بے پردگی میں مبتلا ہونا اور اپنے بہو بیٹیوں وغیرہ کو ننگا لباس پہنوانا اور پہننا، گانا باجا اور مزامیر سننا اور سنوانا، مروجہ تعزیہ

داری جو کہ ناجائز وحرام ہے اور اس کے ساتھ ڈھول بجانے کی اجازت دینا، اور دلوانا، صرف لاؤڈ اسپیکر کی آواز پر نماز ادا کرنا وغیرہ وغیرہ خلافِ شرع کاموں میں مبتلا ہونا بھی تو ''مسلک اعلیٰ حضرت'' سے روگردانی اور مخالفت ہے۔ دورِ حاضر میں بہت سارے مسلمان جو اپنے آپ کو مسلکِ رضویت کے پابند سمجھتے ہیں، ان خوش عقیدہ سنّی مسلمانوں کو اس جانب ضرور توجہ کرنے اور عملی جامہ پہنانے کی شدید حاجت وضرورت ہے۔ تا کہ وہ دارین میں مسلکِ اعلیٰ حضرت کا سچا پیروکار قرار پائیں اور انعاماتِ ربّانیہ سے مالا مال ہوں۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ میری اُمّت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر قائم رہے گا۔ جو شخص ان کو رُسوا کرنا چاہے گا، وہ ان کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ وہ اسی حال پر رہیں گے، یہاں تک کہ اللہ کا حکم (یعنی روزِ قیامت) آجائے گا۔ (مسلم شریف، ج ۲، ص ۱۴۳)

اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہِ اقدس میں دعا ہے کہ اپنے پیارے حبیب سرکار مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صدقے اور طفیل تمام مسلمانوں کو ان جواہر عالیہ پر عمل کرتے ہوئے ایمان و عقیدہ اور اعمالِ صالحہ کی حفاظت کی توفیق بخشے اور دورِ حاضر کے بے جا القابات اور مبالغہ آرائی وغیرہ جملہ فتنوں سے بچائے۔ اور حق بولنے، حق پر چلنے، حق قبول کرنے، حق والوں کا ساتھ دینے اور ان سے محبت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

حق پہ رہو ثابت قدم باطل کا شیدائی نہ ہو
تا کہ دنیا آخرت میں تم کو رُسوائی نہ ہو

فقط **عبد الصمد قادری رضوی**

قادری منزل، رفیع گنج، ضلع اورنگ آباد (بہار)

۱۴/ جمادی الآخر ۱۴۴۶ھ مطابق ۱۷/ دسمبر ۲۰۲۴ء یوم سہ شنبہ

راقم اپنی افتتاحیہ تحریر ختم کرنے کے بعد کتاب کی غرض و غایت کی جانب متوجہ ہوتا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ سورۂ آلِ عمران، آیت ۱۸۷ میں ارشاد فرماتا ہے:

تو کتنی بُری خریداری ہے۔

اس ارشادِ ربانی کی تفسیر فرماتے ہوئے حضور صدر الافاضل علیہ الرحمۃ والرضوان رقم طراز ہیں:- ''علما پر واجب ہے کہ وہ اپنے علم سے فائدہ پہنچائیں اور حق ظاہر کریں اور کسی غرضِ فاسد کے لیے اس سے کچھ نہ چھپائیں۔'' (کنزالایمان، ص ۱۲۰)

پھر اسی سورۂ مبارکہ میں اس سے آگے ربِ کریم ارشاد فرماتا ہے:

''ہر گز نہ سمجھنا انھیں جو خوش ہوتے ہیں اپنے کیے پر اور چاہتے ہیں کہ بے کیے ان کی تعریف ہو''

اس آیۂ کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے حکیم الامت حضرت علامہ احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں:-

''اس فرمانِ الٰہی سے معلوم ہوا کہ بزدلوں کو خان بہادر کا اور جاہلوں کو شمس العلماء کا خطاب دینا اور اُن خطاب یافتہ لوگوں کا اس پر خوش ہونا طریقۂ کفّار ہے۔ اسی طرح بے علم لوگوں کا مولوی، عالم، فاضل بن جانا اور اس کی ڈگری پر خوش ہونا طریقۂ جہّال ہے۔ کیوں کہ آج کل بعض جاہل تدبیر کر کے مولوی، عالم، فاضل وغیرہ کی ڈگریاں حاصل کر لیتے ہیں۔'' (کنزالایمان، تفسیر نور العرفان، ص ۹۱)

حدیث پاک:-

حضرت ابن عدی کندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ سب لوگوں کو بعض لوگوں کے سبب عذاب نہیں دیتا مگر

جب کہ وہ اپنے درمیان بُرے کام ہوتے ہوئے دیکھیں اور اسے روکنے کی طاقت رکھتے ہوئے نہ روکیں۔ اگر انھوں نے ایسا کیا تو خدائے تعالیٰ عام و خاص سب کو عذاب دے گا۔''
(مشکوٰۃ شریف، ص ۳۸)

دین و مذہب و مسلک کی اہمیت کو اُجاگر فرماتے ہوئے امام عالی مقام شہید کربلا سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ

''تمہارے لیے تمہارا سب سے زیادہ رفیق و مہربان تمہارا دین ہے۔ اس لیے کہ بندے کی نجات دین کی پیروی کرنے میں ہے اور اس کی ہلاکت اس کی مخالفت میں ہے۔''
(کشف المحجوب، ص ۱۱۸۔ از داتا گنج بخش ہجویری علیہ الرحمۃ والرضوان)

پیرانِ پیر محبوبِ سبحانی قطب ربانی سرکار غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

''جس کا مقصودِ زندگی آخرت ہو، اللہ تبارک وتعالیٰ اُس کے دل میں استغنا اور بے نیازی پیدا فرما دیتا ہے۔ اسے دل جمعی عطا فرماتا ہے اور دنیا اس کے پاس ذلیل ہو کر آتی ہے۔

مؤمن دو خوف کے درمیان ہے۔ وہ نہیں جانتا کہ جو مدّت گزر چکی ہے اللہ تعالیٰ اس کے متعلق اس کے ساتھ کیا کرے گا۔ اور جو مدّت باقی ہے وہ نہیں جانتا کہ اللہ پاک اس کے بارے میں کیا حکم جاری فرمائے گا؟

بندے کو چاہیے کہ وہ اپنے نفس کے لیے، اپنے نفس سے، اپنی آخرت کے لیے اپنی دنیا سے، اپنی موت کے لیے اپنی زندگی سے اور اپنے بڑھاپے کے لیے اپنی جوانی سے توشہ لے لے۔ کیوں کہ دنیا تمہارے لیے پیدا کی گئی ہے اور تم آخرت کے لیے پیدا کیے گئے ہو۔ اُس ذاتِ پاک کی قسم! جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ موت کے بعد معافی چاہنے (اور توبۂ صادقہ کرنے) کی کوئی جگہ نہیں ہے اور نہ دنیا کے بعد جنّت اور دوزخ کے علاوہ کوئی گھر ہے۔''

پھر سرکار غوث پاک فرماتے ہیں:۔

''دنیا اُس کی خدمت کرتی ہے جو حق تعالیٰ کے دروازے پر کھڑا ہوتا ہے اور جو دنیا کے دروازے پر کھڑا ہوتا ہے اس کو ذلیل کرتی ہے۔''

(فیوض یزدانی، ص ۱۴۵، بحوالہ جہانِ تاج الشریعہ، ص ۱۵۴)

مذکورہ بالا فرامین عالیہ پر عمل کرتے ہوئے فقیر قادری علمائے اہلِ سنّت کی مدلّل تحریریں، ہدایتیں اور شرعی فتاویٰ پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ قارئین بغور پڑھیں اور پڑھوائیں اور عملی جامہ پہنانے کی ہر ممکن کوشش کریں۔

میرے دینی بھائیو! ان اشعار کو ذہن میں رکھتے ہوئے کتاب ملاحظہ کریں۔

طریقِ مصطفےٰ کو چھوڑنا ہے وجہِ بربادی
اسی سے قوم دنیا میں ہوئی بے اقتدار اپنی
غلط روی سے منازل کا بُعد بڑھتا ہے
مسافرو! روشِ کارواں بدل ڈالو
خدا نے آج تک اُس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا
درسِ قرآں جو ہم نے نہ بھلایا ہوتا
یہ زمانہ، نہ زمانے نے دکھایا ہوتا

القاباتِ بیجا کا استعمال: اسلامی نقطۂ نظر سے

از مولانا محمد شاہ مخدوم رضا اشرفی
اُستاذ الجامعۃ الرضویہ، بیل بازار، کلیان، ممبئ

مذہب اسلام جو ایک طرف فرزندانِ توحید و رسالت کو اعتدال، میانہ روی، یکسانیت، یک جہتی اور توازن پسندی کا درس دیتا ہے، وہیں دوسری طرف زیادتی، مبالغہ آرائی، غلط بیانی، شدّت پسندی، نفس پرستی اور خود پسندی سے دور رہنے کی تعلیم دیتا ہے۔ بلاشبہہ یہ مذہب مہذّب ایک آفاقی مذہب اور خداوند قدّوس کا پسندیدہ دین ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: اِنَّ الدِّیۡنَ عِنۡدَ اللّٰہِ الۡاِسۡلَامُ ۔ (آلِ عمران: ۱۹) بے شک اللہ کے یہاں اسلام ہی دین ہے۔

مذہب اسلام کا مطلوب و مقصود ہی بندگانِ خدا کو ہر موڑ پر راہِ اعتدال پر قائم رکھنا ہے اور دین اسلام کی بڑی خوبی ہے کہ اس نے برابری، توسط اور میانہ روی جیسے اوصافِ حمیدہ کو لازم قرار دیا اور ہمیں اُمّت وسط لقب سے ملقب فرمایا۔ اعتدال و توازن ایسا وصف خاص ہے کہ اس کو اپنانے والے کبھی بھی گمراہیت و ملامت کے راستے پر کھڑے نہیں ہوتے۔ اس کے برخلاف وہ حضرات جو راہِ اعتدال سے ہٹ کر دوسری راہ اپناتے ہیں وہ افراط کے پھندے میں آکر بہک جاتے ہیں، یا پھر تفریط کے عمیق کنویں میں منہ کے بل گر پڑتے ہیں۔

فی زماننا عوام تو عوام بعض خواص میں بھی ایسے ایسے خرافات اور برائیاں جنم لے رہی ہیں کہ جس کا تصور اسلامی معاشرے میں ممکن ہی نہیں۔ انھیں برائیوں میں سے ایک بیجا القابات کا استعمال ہے، جو بے اعتدال اور غلط بیانی کا سرچشمہ ہے۔ القابات کا جنونِ شوق اس قدر فزوں ہو چکا ہے کہ صاحب لقب خود اس کی پیروی کر کے اپنے نام در پردہ رجسٹرڈ کر لیتے ہیں کہ کہیں یہ عظیم لقب کسی دوسرے کے کھاتے میں چلا نہ جائے۔ اور اب

تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ القابات رجسٹریشن کیے جا رہے ہوں اور جتنی جلد ممکن ہو سکے حاصل کیا جائے، خواہ وہ ان اوصاف کے حامل و مستحق ہوں یا نہ ہوں۔ بسا اوقات محفلوں، جلسوں اور دیگر مجالس میں علما، خطبا، شعرا، فضلا، وزرا، عہدہ داروں اور پیروں کی اس طرح مدح سرائی وقصیدہ خوانی کی جاتی ہے کہ جس کو سُن کر زمین و آسمان حرکت کرنے لگتے ہیں۔ اور آج کے نقیبوں کی زبان سے من تُرا حاجی بگویم تو مُرا حاجی بگو، جیسے ہفوات و بے ہودہ کلمات کا نکلنا ان کے وظائف کا حصہ بن چکا ہے۔

دل چسپ بات تو یہ ہے کہ شخصیت کی علمی قابلیت وصلاحیت سے صرفِ نظر کر کے القابات سے متّصف کرنا یہ کسی اعلیٰ معیار آدمی کا کام نہیں ہوتا ہے بلکہ یہ ایسے لوگ ہوتے ہیں جنھیں اپنی ہمہ دانی کا زعم و دعویٰ ہے لیکن حقیقت تو یہ ہے کہ انھیں ابھی اپنی نادانی کا بھی علم نہیں ہوتا اور محض جلب منفعت (۱) اور دل جوئی کے لیے القابات کا تاج لگاتے ہیں۔ حیرت تو اُس وقت ہوتی ہے جب مدّاحین اسے اپنے لیے شرفِ اعجاز (۲) سمجھتے ہیں اور اس کے رَد میں ایک لفظ بھی زبان سے نکالنا ممنوع تصوّر کرتے ہیں۔ پھر کیا ہے ممدوح بھی خود احتسابی (۳) کیے بغیر اپنے کو غزالئ زماں سمجھنے لگتا ہے۔

اس کائناتِ ارض کی رنگینی اور مفاد پرستی کو دیکھ کر دل کہتا ہے کہ کہیں ہم مستشرقین (۴) کا شعار تو نہیں اپنا رہے ہیں کہ جب انھوں نے استشراق کو فروغ دینا چاہا تو پہلے نیم خواندہ افراد کو بڑے بڑے القابات وخطابات سے یاد کیا، تاکہ ان کی تصانیف سے پہلے ان کی شخصیت قابلِ وثوق واعتماد بن جائے، بعد ازاں ان کی شہرت کے پجاریوں نے من چاہا تبصرہ کرایا اور اس طرح استشراق (۵) کو خوب فروغ دیا۔ آج سنّیت میں یہی ہو رہا ہے۔

---

۱) نفع حاصل کرنا

۲) لائق عزّت وتکریم

۳) جانچ پڑتا کرنا

۴) مغربی تہذیب وتمدن کے چاہنے والے یا پسند کرنے والے

۵) مغربیت

جنھیں عقائدِ دینیہ، فقہ وتصوف سے یکسر نا آشنائی ہے، آج کے نقیبوں نے انھیں وقت کا رومی وغزالی بنا دیا ہے۔ خدارا! اس طرح کے فتنے کا دروازہ بند کریں، ورنہ مستقبل میں ہماری نسلیں اس لاعلاج بیماری و بُرائی کا شکار ہوں گی اور ہم اس کے ذمّے دار ہوں گے۔

بے جا القابات کا رواج کب اور کہاں سے؟

اس بارے میں بہت ہی عمدہ اور عنیق تحقیق حضرت علامہ ابن الحاج ابوعبداللہ محمد بن محمد العبدری، المالکی، المصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۷۳۷ھ) نے اپنی مشہور و معروف کتاب ''المدخل'' جلد اوّل ''فصل فی ذکر النعوت'' میں پیش کی ہے، جس سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ القابات کا اِرتقا کب سے اور کہاں سے شروع ہوا؟ نیز یہ بات بھی روزِ روشن کی طرح عیاں ہوجاتی ہے کہ بے جا القابات کو سب سے زیادہ کن لوگوں نے عروج بخشا ہے۔ واضح رہے کہ حضرت علامہ ابن الحاج رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مسلکِ مالکیہ کے بہت ہی مشہور اور جید فقیہ ہیں۔ جن کے متعلق حضرت علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے یوں فرمایا ہے:

"وقد ذکر السیوطی رحمۃ اللہ علیہ فی من کان بمصر من فقہاء المالکیۃ" (حسن المحاضرۃ، السیوطی، ج:۱،ص:۳۸۲)

ان کا وصال مصر کے بلاد عظیم شہر قاہرہ میں ہوا ہے۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ ''المدخل'' فقہ مالکیہ کی بڑی معتبر اور نفع بخش کتاب ہے۔

تو آیئے! اس بارے میں حضرت علامہ ابن الحاج المالکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے چند فرمودات ملاحظہ کریں۔ آپ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''القابات کی ترویج و اشاعت میں سب سے بڑا رول عجمیوں کا ہے، اور وہ اس طرح کہ جب تُرک نے مسندِ خلافت پر غلبہ حاصل کیا اور خود حکومت کے اُمور کو سنبھالنے لگا، تو ان لوگوں نے اپنے لیے طرح طرح کے القابات اختیار کر لیے۔ مثلاً: شمس الدولہ، ناصر الدولہ، نجم الدولہ وغیرہ وغیرہ۔ اور یہ اس لیے کہ ان القابات کا استعمال سلطنت کے

منصبوں پر فائز بڑے بڑے عہدے داروں کے لیے ہوا کرتا تھا، کیوں کہ لوگ ان القابات کو اپنے لیے باعثِ عز و شرف اور فخر سمجھنے لگے تھے۔ اسی وجہ سے عام لوگوں نے بھی ان (القابات) میں انتہائی دل چسپی ظاہر کی۔ لیکن ان کا حکومت کے کسی منصب پر فائز نہ ہونے کی وجہ سے اپنے لیے ان القاب کا رکھنا ناممکن تھا۔ بہرکیف جب انھیں اس کے حصول کے لیے کوئی راستہ دستیاب نہ ہوا، تو انھوں نے اس خامی کو دور کرنے کے لیے مذہب کا راستہ چن لیا کہ ''نجم الدولۃ نہ سہی نجم الدین ہی سہی''۔ اس زمانے میں ان القابات کی انتہائی اہمیت و وقعت اور قابلِ فخر چیز تھی۔ اسی وجہ سے حکومت نے ان ناموں اور القاب کے رکھنے پر سخت پابندی لگا دی تھی۔ لہٰذا جب کوئی اپنی اولاد کے لیے اس قسم کا لقب رکھنا چاہتا تو اسے حکومت کو ایک خطیر رقم ادا کرنی پڑتی اور باضابطہ اجازت نامہ لینا پڑتا۔ یوں ہی لوگ حکومت کی مقرر کردہ بھاری رقم ادا کرتے رہے اور اپنی اولاد کے لیے اس قسم کے القابات تجویز کرتے رہے۔ پھر جب کچھ عرصہ گزر گیا، اس کے بعد ترکی حکومت نے عباسی خلافت پر پورے طور پر قبضہ جما لیا اور ہر قسم کی باگ ڈور اپنے ہاتھوں میں لے لی، تو زمانے کے گزرنے کے ساتھ ساتھ ان القابات کی اہمیت و وقعت باقی نہ رہی، کیوں کہ یہ حکومت ان کے لیے ایک قسم کی لونڈی بن چکی تھی۔ اس لیے اب وہ مذہبی القابات میں دل چسپی محسوس کرتے ہوئے ان کی طرف متوجہ ہو گئے اور ان کے لیے ''نجم الدولہ'' کے بجائے ''نجم الدین'' جیسے القابات زیادہ باعثِ عظمت و فخر بن گئے۔ اس دوران حکومت نے سابقہ پابندی ختم کر دی اور عام لوگوں کو پوری اجازت دے دی۔ پھر یہ القابات اس قدر تیزی کے ساتھ رائج ہو گئے کہ کوئی بھی اس کی زد سے محفوظ نہیں رہا۔ امیر غریب، چھوٹے بڑے سب اس بلا کی زد میں آ گئے۔ یہ معاملہ اس حد تک پہنچ گیا کہ علما نے بھی اس سے مانوس ہو کر ان کے رکھنے میں کوئی عیب محسوس نہیں کیا اور لوگوں سے متاثر ہو کر ان کو قبول کرنے لگے۔''

نقیب اجلاس اور غیر مشروع القابات

آج کل ہمارے اجلاس ومحافل میں ایسے ایسے بے باک اور جری نقبا حضرات نظر آتے ہیں جو چند کتابوں کو پڑھ کر نظامت کا ملکہ حاصل کر کے شریعت کا پاس ولحاظ کیے بغیر شعرا، خطبا کو ایسے ایسے القابات سے پکارتے ہیں جس کے وہ حامل ہی نہیں ہوتے۔ ایسے نقیبوں سے قیامت کے دن ضرور سوال ہوگا کیوں کہ کسی کو اعلیٰ القابات سے پکارنا یہ ان کی طرف سے لوگوں کے لیے شہادت ہے اور بروزِ حشر ہر دیئے گئے لقب وشہادت کے متعلق جواب دینا ہوگا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَ يُسْأَلُوْنَ۔ (الزخرف: ۱۹) اب لکھ لی جائے گی ان کی گواہی اور ان سے۔۔طلب ہوگا۔ (کنزالایمان)

حدیث مبارکہ میں بے جا القابات کی سخت ممانعت آئی ہے۔ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ ایک شخص نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ایک آدمی کی کافی مدح سرائی کی۔اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے۔۔۔ ويحك، قطعت عنق صاحبك۔ الخ۔افسوس ہے تم نے اپنے ہی ساتھی کی گردن کاٹ دی۔پھر فرمایا: ''اگر تمہیں تعریف کرنی ہو تو اس طرح کرو کہ میرے علم کے مطابق یہ نیک ومتقی ہے۔'' "ولا ازكی علی الله تبارك و تعالىٰ احدا۔۔ كذا و كذا" اور میں یہ نہیں کہتا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے نزدیک وہ ایسا ہی ہے جیسا میں سمجھ رہا ہوں۔'' (صحیح بخاری، کتاب الادب/صحیح مسلم، کتاب الزہد والرقاق، باب النھي عن۔۔۔ان فيه افراط/مسند احمد، حدیث: ۲۰۶۹۳)

دوسری حدیث پاک ہے: عن ابی معمر قال: قام رجل يثنی علی أمير من الامراء، فجعل المقداد يحثی عليه التراب، وَقَالَ: "اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تعالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ان نَحْثِی فِی وُجُوْهِ الْمَدَّاحِيْنَ التُّرَابَ۔" (صحیح مسلم، کتاب الزہد والرقائق، باب النھی عن المدح اذا کان فیہ افراط، الحدیث: ۷۵۰۵)

ترجمہ: ابو معمر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایک شخص کھڑا ہو کر امیروں میں سے

کسی امیر کی تعریف کرنے لگا، تو حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ اُس شخص پر مٹی ڈالنے لگے اور فرمایا کہ ہمیں اللہ کے حبیب ﷺ نے اس بات کا حکم فرمایا ہے کہ ہم تعریف کرنے والوں کے منہ پر مٹی ڈالیں۔ لہٰذا ناظم اجلاس اور دیگر تعریف کرنے والے حضرات مذکورہ آیت کریمہ اور احادیث مبارکہ پر عمل پیرا ہوکر معاشرے میں حق بیانی کریں اور اپنے آپ کو بے جا تعریف اور چاپلوسی کرنے کی وعید سے بچائیں۔

القابات کے خواہاں:

بڑی حیف وندامت اور قعرِ مذلت کی بات ہے کہ کچھ حضرات باضابطہ اپنے نام کے ساتھ اس طرح کے بڑے بڑے القابات لگانے کی تاکید کرتے ہیں، جس کے وہ مصداق ہی نہیں اور القاب کے بغیر پکارے جانے پر ناراضگی اور بے توجہی کا اظہار کرنے لگتے ہیں، چہرے پر غصے کے آثار اس طرح نظر آنے لگتے ہیں گویا ناظم اجلاس نے اس کے باپ، دادا کی میراث چھین لی ہو۔ اور اب تو معمول یہ بن چکا ہے کہ علمائے کرام کی اکثر مجالس القابات ہی سے گونجتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ یہی بے اعتدالیاں، بینر، پوسٹر اور اشتہار میں بھی واضح طور پر دیکھنے کو ملتی ہیں۔ اور نہایت ہی بے اعتنائی کے ساتھ شریعت کی دھجیاں اور پرخچے اُڑائے جارہے ہیں۔

یہ سارے اُمور واحکام قابلِ غور و لائق اعتنا ہیں۔ ان کے نہ سمجھنے کی وجہ سے کتنے لوگ افراط وتفریط کی کھائی میں گر گئے اور متزلزل پہلوں کے شکار ہو گئے۔ اب ہم قرآن و احادیث کے تناظر میں اس طرح کے بے جا القابات کی شرعی حیثیت معلوم کرتے ہیں۔

القابات کی شرعی حیثیت:

فرمانِ باری تعالیٰ اور حدیث نبوی ﷺ سے یہ امر واضح طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ کسی شخص کے لیے جائز نہیں کہ اپنے لیے ایسے القاب پسند کرے جس سے پاکیزگی اور تقدّس کا اظہار ہوتا ہو، چنانچہ آپ کے زیر مطالعہ قرآنِ کریم کی کچھ آیاتِ کریمہ تفسیر کے ساتھ پیش کرتا ہوں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

فرمانِ باری تعالیٰ: لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَا أَتَوْا وَّ يُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ ۔ (آلِ عمران:۱۸۸)

ترجمہ: ہرگز نہ سمجھنا انھیں جو خوش ہوتے ہیں اپنے کیے پر اور چاہتے ہیں کہ بے کیے ان کی تعریف ہو۔ ایسوں کو ہرگز عذاب سے دور نہ جاننا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

شانِ نزول: یہ آیت یہود کے حق میں نازل ہوئی جو لوگوں کو دھوکا دینے اور گمراہ کرنے پر خوش ہوتے اور باوجود نادان ہونے کے یہ پسند کرتے کہ انھیں عالم کہا جائے۔

مسئلہ: اس آیت میں وعید ہے خود پسندی کرنے والے کے لیے اور اس کے لیے جو لوگوں سے اپنی جھوٹی تعریف چاہے۔ جو لوگ بغیر علم اپنے آپ کو عالم کہلواتے ہیں یا اسی طرح اور کوئی غلط وصف اپنے لیے پسند کرتے ہیں، انھیں اس سے سبق حاصل کرنا چاہیے۔

(کنزالایمان مع خزائن العرفان، آلِ عمران:۱۸۸)

مصنف تبیان القرآن، اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

''مسلمانوں کو چاہیے کہ اس آیت کی وعید سے ڈریں اور یہ نہ چاہیں کہ جو کام انھوں نے نہ کیا ہو، اس پر ان کی تعریف کی جائے، جیسا کہ بعض لوگ اپنے آپ کو عالم، علامہ، مفتی اور شیخ الحدیث بلکہ حافظ الحدیث کہلاتے ہیں اور وہ اس کے اہل نہیں ہوتے، اور اگر کوئی مسلمان کسی نیک کام کے کرنے پر خوش ہو یا بُرا کام نہ کرنے پر خوش ہو تو یہ ایمان کی علامت ہے۔

امام ابوعیسیٰ بن عیسیٰ ترمذی علیہ الرحمہ (متوفی ۲۷۹ھ) روایت کرتے ہیں:

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو اپنی نیکی سے خوشی ہو اور برائی پر افسوس ہو، وہ مومن کامل ہے۔''

امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔'' (تبیان القرآن، آلِ عمران:۱۸۸، ج:۲، ص:۵۱۳)

ارشادِ باری: اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِيۡنَ يُزَكُّوۡنَ اَنۡفُسَهُمۡ ؕ بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّىۡ مَنۡ يَّشَآءُ وَلَا يُظۡلَمُوۡنَ فَتِيۡلًا ۔''(النساء:۴۹)

ترجمہ: کیا تم نے انھیں نہ دیکھا جو خود اپنی ستھرائی بیان کرتے ہیں بلکہ اللہ جسے چاہے ستھرا کرے اور ان پر ظلم نہ ہوگا دانۂ خرما کے ڈورے برابر۔ (کنزالایمان)

اس آیت کے تحت صدرالافاضل علامہ سید نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''یہ آیت یہود و نصاریٰ کے حق میں نازل ہوئی، جو اپنے آپ کو اللہ کا بیٹا اور اس کا پیارا بتاتے تھے اور کہتے تھے یہود و نصاریٰ کے سوا کوئی جنت میں نہ داخل ہوگا۔ اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ انسان کا دین داری اور صلاح و تقویٰ اور قرب و مقبولیت کا مدعی ہونا اور اپنے منہ سے تعریف کرنا کام نہیں آتا۔'' (خزائن العرفان، النساء:۴۹)

اس آیت کی شانِ نزول میں مفسّرین لکھتے ہیں:

''حضرت علامہ شیخ اسماعیل حقی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِيۡنَ يُزَكُّوۡنَ اَنۡفُسَهُمۡ (کیا تم نے انھیں دیکھا جو اپنی نفسوں کا تزکیہ کرتے ہیں) یہ خطاب حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو تعجب کی بنا پر ہے۔ کیا تم یہودیوں کو نہیں دیکھتے ہو کہ وہ اپنے نفوس اور زبان کی صفائی دے رہے ہیں۔ حالانکہ درحقیقت اُلٹا کئی خرابیوں میں ملوث ہو رہے ہیں۔ مثلاً کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور اس کے محبّ ہیں۔ یا اس کا مطلب یہ ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم چھوٹے بچوں کی طرح ہیں اور چھوٹے بچے اگرچہ غلطیاں بھی کرلیں تو ان کے نام گناہ نہیں لکھا جاتا۔ ان سے تعجب اس لیے ہے کہ بہت بڑے گناہ بلکہ بہت بڑے کفر میں مبتلا ہو کر بھی نازاں ہیں کہ ہم نیک پاک ہیں۔

مسئلہ: اس عموم میں وہ شخص شامل ہے جو اپنی صفائی بیان کرتا ہے، تقویٰ و طہارت اور اللہ تعالیٰ کے قرب کا مدعی ہے، اگرچہ اس میں یہ اُمور پائے جائیں تب بھی اظہار نامناسب ہے۔

مسئلہ: اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انسان خود بینی سے بچے۔
"بَلِ اللّٰہُ" (وہ کسی طریق سے بھی اپنی صفائی نہیں پیش کر سکتے کیوں کہ ان کا کذب اور ان کے اعتقادات کا بطلان ظاہر ہے) بلکہ اللہ تعالیٰ "یُزَکِّیْ مَنْ یَّشَاءُ" اپنے پسندیدہ بندوں کی صفائی کا اظہار فرماتا ہے جو کہ اس تزکیہ کی اہلیت رکھتے ہیں۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ ہر آدمی کا ظاہری و باطنی حال اور اس کی نیکی اور برائی جانتا ہے اور ان یہودیوں کی تو اللہ تعالیٰ نے مذمت فرمائی ہے۔ پھر وہ اپنے نفوس کی صفائی کا کس طرح اظہار کررہے ہیں۔" (تفسیر روح البیان، اردو، النساء: ۴۹، ج: ۳، ص ۹۸، ۹۹)

فرمانِ الٰہی ہے: فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى۔ (النجم: ۳۲)
"تو آپ اپنی جانوں کو ستھرا نہ بتاؤ وہ خوب جانتا ہے جو پرہیز گار ہیں۔ یعنی تفاخراً اپنی نیکیوں کی تعریف نہ کرو، کیوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے حالات کا خود جاننے والا ہے۔ وہ ان کی ابتدا ہستی سے آخر ایام کے جملہ احوال جانتا ہے۔ مسئلہ: اس آیت میں ریا اور خود نمائی اور خود سرائی کی ممانعت فرمائی گئی لیکن اگر نعمت الٰہی کے اعتراف اور اطاعت وعبادت پر مسرّت اور اس کے ادائے شکر کے لیے نیکیوں کا ذکر کیا جائے تو جائز ہے۔"

(کنزالایمان، مع خزائن العرفان، النجم: ۳۲)

اللہ رب العزت فرماتا ہے: "وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ" (الرعد: ۸) "اور ہر چیز اس کے پاس ایک اندازے سے ہے۔" (کنزالایمان)

بے جا القابات کی ممانعت احادیث مبارکہ کی روشنی میں:

احادیث مبارکہ سے بھی یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ القابات میں مبالغہ آرائی جائز نہیں۔ میں ذیل میں چند احادیث طیبہ آپ کے پیش نظر کرتا ہوں، ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث پاک میں ہے کہ حضرت زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ تمہارا نام کیا ہے؟ چونکہ اُس

وقت میرا نام بَرہ تھا (جس کے معنی ہیں نیک، اور گناہوں سے پاک عورت) میں نے وہی بتایا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "لَا تُزَکُّوْا اَنْفُسَکُمْ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَهْلِ الْبِرِّ مِنْكُمْ"۔ یعنی تم اپنے آپ کو گناہوں سے پاک بیان نہ کرو، کیوں کہ یہ علم صرف اللہ ہی کو ہے کہ تم میں سے نیک اور پاک کون ہے۔ پھر برہ کے بجائے آپ نے زینب نام رکھا۔

(رواہ بخاری ومسلم، باب: تحویل الاسم/ تبیان القرآن، ج:۲، ص:۶۹۰، المدخل، فصل فی ذکر النعوت، ج:۱، ص:۱۲۵، مکتبہ: دار التراث)

مطلب یہ ہوا کہ جب کسی کا نام برہ (نیک عورت) ہوگا تو اس سے جب بھی پوچھا جائے گا کہ تیرا نام کیا ہے؟ تو ظاہر سی بات ہے کہ وہ یہی کہے گی کہ "برہ" یعنی میں نیک اور گناہوں سے پاک خاتون ہوں۔ اس میں چونکہ بظاہر صورتاً خود اپنی زبان سے نیک ہونے کا دعویٰ پایا جاتا ہے، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منع فرمایا۔

علامہ ابن الحاج ابو عبد اللہ محمد بن محمد العبدری المالکی المصری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی: ۷۳۷ھ) نے اپنی مشہور کتاب "المدخل" کی پہلی جلد "فصل فی ذکر النعوت" میں ایک روایت نقل فرمائی ہے:

"ایک دفعہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ مقدس میں ایک جماعت آئی، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کو کہتے ہوئے سنا کہ وہ اپنے سردار کو "ابوالحکم" کی کنیت سے پکار رہے ہیں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کنیت کو ناپسند فرمایا۔ پھر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان کے سردار کو بلایا اور اس سے فرمایا کہ تم کو "ابوالحکم" کیوں کہتے ہیں؟ اُس نے جواب میں کہا کہ جب میری قوم کے بیچ کسی آپسی معاملے میں اختلاف ہوتا ہے تو وہ میرے پاس فیصلہ کرنے کے لیے آتے ہیں۔ پھر میں ان کے درمیان فیصلہ کرتا ہوں، تو دونوں فریق اس فیصلے کو تسلیم کر لیتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے پوچھا: تیری اولاد ہے؟ اُس نے کہا: جی ہاں! میرے تین بیٹے ہیں: شریح، عبد اللہ، مسلم۔ آپ نے اُس سے پوچھا: ان میں بڑا کون ہے؟ اس نے عرض کیا: شریح۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ تم "ابوشریح" ہو، نہ کہ

''ابوالحکم'' کیوں کہ اس میں تقدس اور بڑائی کا پہلو پایا جاتا ہے۔''

(المدخل، فصل فی ذکر النعوت، ج:۱،ص ۱۲۶، مکتبہ: دار التراث/سنن ابو داؤد، الحدیث: ۴۹۵۵/سنن نسائی، الحدیث: ۵۴۰۲/تبیان القرآن، النساء:۴۹،ص:۶۹۰)

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ چار نام اپنے بچوں کے لیے نہ رکھو(۱)افلح (بہت فلاح پانے والا)(۲) رباح (نفع حاصل کرنے والا) (۳)یسار (آسانی کرنے والا) (۴)نافع (نفع پہنچانے والا)۔(صحیح مسلم، الحدیث:۲۱۳۶/تبیان القرآن، ج:۲،ص:۶۹۰)

حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خود سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی ذاتِ اقدس کے متعلق ارشاد فرمایا: "لا تطرونی کما أطرتِ النصاری عیسی بن مریم علیہ السلام۔" اے لوگو! تم میری مدح میں مبالغہ سے کام نہ لینا، جیسا کہ نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے متعلق غلو کیا۔ انھوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو الوہیت کا درجہ دے کر خود کافر اور مشرک بن گئے، میرے ساتھ ایسا معاملہ نہ کرنا۔'' "فانما انا عبداللہِ و رسولہ" میں تو اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ لہٰذا تم بھی مجھے اللہ کا بندہ اور رسول ہی کہو۔''

(بخاری شریف، باب واذکر فی الکتاب مریم/مسند احمد، رقم الحدیث: ۱۵۴)

القابات فقہائے کرام کے اقوال کی روشنی میں:

قرآن واحادیث کے بحر ذخار میں ہمہ وقت غوطہ لگانے والے فقہائے کرام و علمائے عظام نے بھی بے جا القابات کے استعمال سے منع فرمایا ہے۔ بعض نے تو اسے ناجائز تک قرار دیا ہے۔

چنانچہ فقہ مالکیہ کے معروف فقیہ حضرت علامہ ابن الحاج المالکی رحمۃ اللہ علیہ اس بارے میں اپنی معروف تصنیف ''المدخل'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''اس بدعت سے اجتناب ضروری ہے، جو بلا کی طرح پھیل گئی ہے۔ اور شاید ہی

اس کی گرفت سے کوئی بڑا، چھوٹا، بچا ہو، اور وہ یہ ہے کہ جدید اور خودساختہ القابات ہیں جو شریعتِ مطہرہ کے بالکل برعکس ہیں، اور وہ ہیں: ''فلان الدین وفلان الدین'' اور عالم کے لیے زیادہ ضروری ہے کہ وہ ان جیسے القابات سے اپنے آپ کو محفوظ رکھے۔ اس سلسلے میں لوگوں کو بھی سمجھائیں کہ یہ القاب شریعت کے برخلاف ہیں، لہٰذا انھیں ان جیسے القاب سے نہ پکاریں۔ ایسے القاب واسما کو استعمال کرنا جو تزکیہ اور تعریف و مدح پر مشتمل ہو، اس کی ممانعت کتاب اللہ عزوجل وسنّت رسول ﷺ اور علمائے کرام کے اقوال سے ثابت ہوتی ہے۔ نیز یہ غلط بیانی اور جھوٹ میں داخل ہو کر سلف صالحین کے عمل کے بالکل مخالف ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ اگر ان القاب واسما کا استعمال جائز ہوتا تو اُمتِ محمدیہ میں اس کے سب سے زیادہ حقدار اور مستحق صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تھے، جو ہدایت کے آفتاب، اندھیروں کے مشعلِ راہ اور دین کے سب سے پہلے حامی و ناصر تھے۔ جیسا کہ قرآنِ کریم نے اس کی گواہی دی ہے: فَلَا تُزَكُّوا أَنفُسَكُمْ ۔ اسی طرح ازواجِ مطہرات جن کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کے لیے چنا اور جن کی فضیلت کی گواہی اللہ تعالیٰ نے خود دی ہے۔ اُم المؤمنین حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا پہلے نام ''بَرہ'' تھا۔ آپ (ﷺ) نے بدل دیا، حالانکہ وہ اس کی مصداق و مستحق تھیں۔ تو ہم کون ہوتے ہیں کہ اپنے لیے ایسے القاب تجویز کریں، لہٰذا نجات اور کامیابی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی پیروی کرنے ہی میں ہے۔ اس سلسلے میں انھوں نے امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مشہور ومعروف قول کو نقل کیا ہے۔ امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ معروف شافعی عالم دین ہیں، جو کئی مفید اور بڑی کتابوں کے مصنف ہیں، جن میں ''شرح مجموع مہذب'' اور ''شرح مسلم'' جو کئی جلدوں پر مشتمل ہے اور ''ریاض الصالحین'' وغیرہ بالخصوص قابلِ ذکر ہیں۔ یہ شافعیہ میں عظیم عبقری شخصیت گزرے ہیں جن کی تصنیفات سے اُمتِ محمدی کی ایک بڑی جماعت مستفید ہوتی چلی آرہی ہے۔ دینی و علمی خدمات کی بنا پر جب ان کے ہم عصر نے ان کو ''محی الدین'' کے لقب سے ملقب کیا تو

انھوں نے بڑی ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: ''اِنِّیْ لَا اَجْعَلُ اَحَدًا فِیْ حَلٍّ مَنْ یُّسَمِّیْنِیْ بِمُحِیِّ الدِّیْنِ'' یعنی میں کسی کو بھی ''محی الدّین'' کے لقب سے موسوم کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔۔۔حالانکہ وہ اس لقب کے حق دار بھی تھے۔یہی وجہ ہے کہ لوگوں نے انتقال کے بعد انھیں اس لقب سے موسوم کیا، مگر اپنی زندگی میں انھوں نے سخت ناراضگی کا اظہار کیا اور واضح رہے کہ ناراضگی کا سبب صرف یہی تھا کہ اس میں مذہبی تقدس کا پہلو تھا۔''

ملتقطا (ماخوذ المدخل، فصل فی النعوت، ج:۱، ص:۱۲۲، مکتبہ: دار التراث)

القابات سے متعلق علامہ شامی ابن عابدین علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ''یُؤْخَذُ مَنْ قَوْلُهٗ وَلَا بِمَا فِيْهِ تَزْكِيَةُ الْمَنْعِ عَنْ نَحْوِ مُحِيِّ الدِّيْنِ وَ شَمْسِ الدِّيْنِ'' الخ۔

ترجمہ: مصنف کے قول ''لا بما فیہ تزکیۃ'' سے معلوم ہوتا ہے ممانعت مثل ''محی الدین و شمس الدین'' نام رکھنے میں ہے۔علاوہ اس کے اس میں جھوٹ بھی ہے، اور بعض مالکی علما نے ایسے ناموں کے ممنوع ہونے میں ایک کتاب لکھی ہے اور قرطبی نے اس کی تصریح شرح ''اسمائے حسنیٰ'' میں کی ہے۔

امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے نقل کیا ہے کہ وہ ''محی الدین'' کے ساتھ اپنے ملقب ہونے کو ناپسند فرماتے تھے اور کہتے تھے کہ جو شخص مجھے اس لقب سے پکارے گا میں اُسے معاف نہیں کروں گا، اور اس کی طرف مائل ہوئے شیخ سنان عارف باللہ اپنی کتاب ''تبیین المحارم'' میں اور اس طرح کے نام رکھنے والوں کے خلاف حجت قاہرہ قائم کی۔اور فرمایا کہ حقیقت میں یہ وہ تزکیہ ہے جس سے قرآن مجید میں منع کیا گیا ہے اور وہ جھوٹ سے ہے اور کہا مثل اس کے وہ جو کہا جاتا ہے واسطے مدرسین کے تُرکی میں آفندی و سلطانم، اور اس کی مثل۔پھر کہا ہے کہ پس اگر کہا جائے یہ مجازات ہیں جو ناموں کی طرح ہو گئے ہیں پس تزکیہ سے نکل گئے تو جواب یہ ہے کہ ہمارا مشاہدہ اس بات کو رَد کرتا ہے۔کیوں کہ اگر ان اشخاص کو ان کے اسماء اعلام سے پکارا جائے تو پکارنے والے پر لوگ غصہ کریں گے۔''

(ردالمحتار، کتاب حضر واباحت، فصل فی البیع، ج:۵، ص:۲۶۸۔۲۶۹، دار الاحیاء التراث العربی، بیروت)

امام عشق ومحبت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان محدث بریلوی قدس سرہ العزیز نے القابات پر مبالغہ آرائی کی سخت مذمت فرماتے ہوئے عالم اسلام کو پیغام دیا کہ القاب کس کے لیے کیسا ہو؟ اور کون دے سکتا ہے؟ آپ رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں: ''نظام الدین، محی الدین، تاج الدین اور اسی طرح وہ تمام نام جن میں مسمی کا معظم فی الدین بلکہ معظم علی الدین ہونا نکلے جیسے شمس الدین، بدرالدین، نور الدین، فخر الدین، شمس الاسلام، بدر الاسلام، وغیرہ ذٰلک۔ سب کو علمائے اسلام نے سخت ناپسند رکھا اور مکروہ وممنوع رکھا۔ اکابر دین قدست اسرارہم کہ امثال اسلامی سے مشہور ہیں، یہ ان کے نام نہیں القاب ہیں کہ ان مقاماتِ رفیعہ تک وصول کے بعد مسلمین نے توصیعا انھیں ان لقبوں سے یاد کیا، جیسے شمس الائمہ حلوائی، فخر الاسلام بزدوی، تاج الشریعہ، صدر الشریعہ۔ یونہی محی الحق والدین حضور پُرنور سیدنا غوثِ اعظم، معین الحق والدین حضرت خواجہ غریب نواز، وارث النبی سلطان الہند حسن سنجری، شہاب الحق والدین عمر سہروردی، بہاء الحق والدین نقشبند، قطب الحق والدین بختیار کاکی، شیخ الاسلام فرید الحق والدین مسعود، نظام الحق والدین سلطان الاولیاء محبوبِ الٰہی، محمد نصیر الحق والدین چراغ دہلوی محمود وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ونفعنا ببرکاتہم فی الدنیا والدین۔ حضور نور النور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لقب پاک خود روحانیت اسلام نے رکھا، جس کی روایت معروف ومشہور اور ''بہجۃ الاسرار شریف'' وغیرہ کتب ائمہ وعلما میں مذکور، حق سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے: "فَلَا تُزَكُّوٓا اَنْفُسَكُمْ" (پس آپ اپنی جانوں کو ستھرا نہ بتاؤ۔ت) فصول عمادی میں ہے: "لَا یسمیه بِمَا فِیْهِ تز کیۃ" کوئی اس نام کے ساتھ نام نہ رکھے جس میں تزکیہ کا اظہار ہو'' ملخصاً

(فتاویٰ رضویہ، مترجم، ج: ۲۳، ص: ۶۸۳)

بے جا القاب کا انجام کس قدر خطرناک اور بدانجام ہے کہ امام اہلِ سنّت امام احمد رضا قدس سرہٗ کو کسی نے ''حافظ'' لکھ دیا تو امام اہلِ سنّت نے دوسرے ہی دن سے حفظ کرنا شروع کر دیا کہ کہیں بروزِ حشر اس کی وجہ سے میری پکڑ نہ ہو جائے۔ اور آج کا حال یہ ہے

کہ کسی نے اگر فقہی تقریر کر دی، تو دوسرے ہی دن سے اس کے نام کے ساتھ مفتی کا بورڈ لگ جاتا ہے، کسی نے کوئی فکری تقریر کر دی تو مفکّر و ڈاکٹر کا اضافہ ہو جاتا ہے کسی علاقے میں فتویٰ کی خدمات انجام دے دی تو وہ اس علاقے کا مفتی اعظم بن جاتا ہے اور سوشل میڈیا کی وجہ سے مفروضہ عہدوں کا اعلان بھی بڑی آسانی سے ہو جاتا ہے۔

جناب سید ایوب علی رضوی کا بیان ہے کہ ایک روز حضور (اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قدس سرہٗ) نے ارشاد فرمایا کہ بعض ناواقف حضرات میرے نام کے ساتھ حافظ لکھ دیا کرتے تھے حالانکہ میں اس لقب کا اہل نہیں ہوں۔ یہ ضرور ہے کہ اگر کوئی حافظ صاحب کلام پاک کا کوئی رکوع ایک بار پڑھ کر مجھے سنا دیں، دوبارہ مجھ سے سن لیں۔ ایک ترتیب سے ذہن نشین کر لینا ہے اور اسی روز سے دور شروع فرما دیا۔ جس کا وقت غالباً عشاء کا وضو فرمانے کے بعد سے جماعت قائم ہونے تک مخصوص تھا۔ اس لیے کہ پہلے روز کا شانۂ اقدس سے آتے وقت سورۂ بقرہ شریف کی تلاوت تھی اور تیسرے روز تیسرا پارہ قرأت میں تھا۔ جس سے پتا چلا کہ روزانہ ایک پارہ یاد فرما لیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ تیسویں روز تیسواں پارہ سننے میں آیا۔ چنانچہ آئندہ ایک موقع پر اس کی تصدیق بھی ہوگئی۔ الفاظ ارشادِ عالی کے یاد نہیں ہیں مگر کچھ اس طرح فرمایا کہ: بحمد اللہ! میں نے کلام پاک بالترتیب بہ کوشش یاد کر لیا اور یہ اس لیے کہ ان بندگانِ خدا کا کہنا غلط نہ ثابت ہو۔

مولوی محمد حسین صاحب میرٹھی کا بیان ہے کہ ایک سال ماہِ رمضان شریف میں اعلیٰ حضرت کی مسجد میں اعتکاف کیا۔ میں نے سحری کے وقت قرآن شریف پڑھنے میں غلطی کی، حضرت آرام فرما رہے تھے مگر بیدار تھے۔ مجھے وہ غلطی بتائی، میں نے دوبارہ پڑھا، فرمایا: اب مجھ سے سنو، وہی رکوع پڑھا، پھر کچھ دیر کے بعد صبح کی نماز میں بے تکلف وہی رکوع پڑھ دیا۔" (حیاتِ اعلیٰ حضرت مکمل، حصہ اوّل، صفحہ: ۹۶ تا ۹۷، امام احمد رضا اکیڈمی، بریلی شریف)

ایک شبہہ اور اس کا ازالہ:

شبہہ: آپ کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ کسی کی تعریف کرنا یا انھیں اچھے القابات سے پکارنا منع ہے لیکن کچھ احادیث مبارکہ ایسی ہیں جن میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود بعض صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی مدح سرائی اور تعریف وتوصیف فرمائی ہے، اور انھیں اچھے القابات بھی عطا فرمائے ہیں۔ مثلاً حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا: ”وَاَصْدَقُهُمْ حَيَآءً عُثْمَانُ“ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے متعلق فرمایا: ”وَاَقْضَاهُمْ عَلِيٌّ“ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بعض دیگر صحابہ کرام کے حق میں فرمایا: ”وَاَمِيْنُ اُمَّتِيْ اَبُوْ عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ، وَاَعْلَمُ اُمَّتِيْ بِالْحَلَالِ مَعَاذُ بْنُ جَبَلٍ، وَاَقْرَؤُهُمْ اَبُوْ مُوْسٰى، نِعْمَ الْعَبْدُ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عُمَرَ وَغَيْرَ ذٰلِكَ؟؟؟“

ازالۂ شبہہ: اس شبہہ کا جواب: امام نووی، حافظ ابن حجر اور علامہ ابن بطال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اس طرح سے دیا ہے کہ صرف حقیقتِ حال بیان کی اجازت ہے کہ میرے علم کے مطابق فلاں شخص میں یہ خوبی ہے، اس مین مبالغہ سے کام لینا جائز نہیں۔ مثلاً ”اَلْمَدَّاحِيْنَ“ (بہت زیادہ تعریف کرنے والے) کا لفظ بھی اس پر دلالت کرتا ہے۔ یہ بھی فقط اس آدمی کے متعلق کہا جاسکتا ہے جس کے اندر تکبّر اور عُجب جیسے فتنے کا اندیشہ نہ ہو، جیسا کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے متعلق یقین تھا کہ وہ حضرات اس سے فتنہ میں مبتلا نہیں ہوں گے، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی تعریف فرمائی، چونکہ صحابہ کرام کے علاوہ دیگر لوگوں کے متعلق فتنہ میں مبتلا ہونے کا اندیشۂ غالب ہے، لہٰذا دوسرے لوگوں کی تعریف سے بچنا چاہیے۔“ (ماخوذ، شرح صحیح البخاری لابن البطال، باب ما یکرہ من التماوح، ج:۹، ص: ۲۵۳ / فتح الباری: باب ما یکرہ من التمادح، ج: ۱۰، ص: ۴۷۶ / شرح النووی علی صحیح مسلم، باب النبی عن المدح) تو مذکورہ باتوں سے معلوم ہوا کہ تعریف انہی کی، کی جائے یا لقب انہی کو دیا جائے

جواس کے لائق و مستحق ہو، نیز اس کے بارے میں یہ بھی یقین ہو کہ ان کے اندران باتوں سے فخر و رِیا اور تکبّر جیسی بُری حرکت پیدا نہیں ہوں گے۔

صوفیاے کرام کے یہاں القابات کا تصور:

صوفیائے کرام کی ذات وہ ذات ہے جو نام و نمود کو بالکل ناپسند کرتی ہے۔ یہ حضرات ہمیشہ اپنی ذات کو لوگوں کی خلط ملط سے دور اور ربّ کائنات سے قریب رکھنا پسند کرتے ہیں، یہ نہیں چاہتے کہ دنیا میں ان کا نام و نمود، تعریف و توصیف ہو، یا لوگ انھیں بڑے بڑے القابات سے پکاریں۔ بہر حال القابات کے متعلق ان حضرات کا خیال کیا ہے، ملاحظہ فرمائیں:

’’امام الاصفیا حجۃ الاسلام امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی: ۵۰۵ھ) جو اپنے دور کے جید عالم دین، صوفی باصفا، عامل کامل، تقویٰ و طہارت کے حامل اور مرجع خلائق رہ چکے ہیں۔ انھوں نے تعریف میں چھ نقصانات بیان کیے ہیں، جن میں چار نقصانات تعریف کرنے والوں کے لیے ہیں اور دو ممدوح کے لیے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

(۱) اگر تعریف میں مبالغہ آمیزی کیا ہے تو یہ مبالغہ کذب بیانی پر ختم ہوگا۔

(۲) **ریاکاری:** اس تعریف کے ذریعے وہ ممدوح سے محبت کا اظہار کر رہا ہے اور کبھی دل میں اس کی محبت نہیں ہوتی، بلکہ یہ تمام دکھاوے کے لیے ہوتا ہے۔

(۳) ایسی چیزیں بیان کرے جو ممدوح میں نہیں، نیز اس کی اطلاع کی بھی کوئی سبیل نہیں۔

(۴) کبھی ممدوح اس تعریف سے خوش ہو جاتا ہے کہ جب کہ وہ ظالم یا فاسق ہوتا ہے اور یہ درست نہیں، اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ’’جب فاسق کی تعریف کی جائے تو اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے۔

(۵) اس تعریف سے ممدوح میں عُجب و کبر پیدا ہوگا اور یہ دونوں مہلکات میں

سے ہیں۔

(۶) تعریف پر ممدوح خوش ہوجائے، گویا اس تعریف سے خود بھی راضی ہے۔ اس سے اپنے آپ کو کامل سمجھے گا۔ جو خود کو کامل سمجھے، وہ عمل میں کوتاہ ہوگا۔‘‘

(احیاء العلوم الدین، ج:۲،ص:۳۵۲)

امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ چند جلیل القدر صوفیائے کرام کے اقوال کو نقل فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

(۱) حضرت فضیل بن عیاض (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں کہ مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے انعامات میں بندے کے سامنے یہ بھی ذکر فرمائے گا کہ کیا میں نے تجھ پر انعام نہیں کیا تھا؟ تیری پردہ پوشی نہیں کی تھی؟ تیرا ذکر مخفی نہیں رکھا تھا؟

(۲) حضرت خلیل بن احمد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) یوں دُعا مانگتے ہیں کہ الٰہی! تو مجھے اپنے نزدیک بلند مرتبہ والوں میں سے بنا دے اور میرے نزدیک مجھے تمام خلق سے کم رُتبہ پائے اور لوگوں کے نزدیک متوسط درجہ عنایت فرما۔

(۳) حضرت سفیان ثوری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں کہ میں اپنے دل کو ایسا پاتا ہوں کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے غربا کی طرح صلاحیت پر آجائے۔ وہ لوگ معمولی اور تھوڑی غذا اور پھٹے پرانے کپڑوں پر بسر اوقات کرتے ہیں۔

(۴) حضرت ابراہیم بن ادہم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں کہ دنیا میں ایک دفعہ میری آنکھ ٹھنڈی ہوئی۔ وہ یہ کہ ایک رات میں ملک شام کے کسی گاؤں میں ایک مسجد میں سو رہا تھا کہ مسجد میں اچانک میرا پاخانہ نکل گیا۔ مؤذن نے میری ٹانگ پکڑ کر اتنا گھسیٹا کہ مجھے مسجد سے باہر نکال دیا۔

(۵) حضرت فضیل (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں کہ اگر تجھ سے ہوسکے کہ کوئی تجھے نہ جانے تو ایسا کر اور اس میں کوئی حرج نہیں کہ تجھے کوئی نہ پہچانے اور نہ اس میں کوئی مضائقہ ہے کہ کوئی تیری تعریف نہ کرے اور نہ اس میں کوئی بُرائی ہے کہ تُو لوگوں کے

نزدیک بُرا ہو اور اللہ کے نزدیک اچھا ہو۔'' (احیاء العلوم الدین، ج:۳،ص:۴۷۰)

فائدہ: ان بزرگانِ دین کے اقوال سے شہرت کی مذمت اور گمنامی کی فضیلت ظاہر ہو رہی ہے۔ اور شہرت اور انتظار ذکر سے اصلی مقصد جاہ ہے یعنی لوگوں کے دلوں میں بلند مقام پیدا ہونا ہے اور بلند عہدہ اور رُتبہ کی محبت ہر فساد کی جڑ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان جیسے خیالات سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

ایک اعتراض کا اِزالہ:

سوال: انبیاء علیہم السلام اور خلفائے راشدین اور ائمہ وعلما تو سب سے زیادہ مشہور ہیں۔ ان کی شہرت سے بڑھ کر شہرت کیا ہوگا۔ ان کو تو گمنامی کی فضیلت حاصل نہ ہوئی؟

جواب: جواب نمبر (۱) وہی شہرت مذموم ہے جس کی انسان کو طلب ہو۔ اور وہ شہرت جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو، وہ شہرت اچھی ہے۔ (۲) شہرت سے ضعیفوں کو نقصان ہوتا ہے۔ زبردستوں کو نہیں ہوتا۔ اور ضعیفوں کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی پانی میں معمولی تیرنا جانتا ہو اور اتفاق سے اس کے اِردگرد بہت سے لوگ ڈوبتے ہوں۔ بہتر یہی ہے کہ اسے کوئی نہ جانے ورنہ ڈوبتے لوگ اس کو آخر چمٹیں گے اور یہ بھی ان کے ساتھ ڈوب مرے گا اور جو زبردست تیراک ہے، اس کی شان کے مناسب یہی ہے کہ لوگ پہچانیں تاکہ اگر ڈوبتے لوگ اس سے التجا کریں تو وہ ان کو بچا کر ثواب پائے۔ انبیا علیہم السلام اور اولیائے کرام قوی اور طاقتور اور اُمت وعوام کو بچانے والے ہیں، لہٰذا ان کی شہرت ان کو مفید ہے۔'' (احیاء العلوم الدین، ج:۳،ص:۴۷۰)

مذکورہ بالا باتوں سے ہمیں پتہ چلا کہ جو حضرات علم وحکمت کے مالک، علوم وفنون کے ماہر اور فخر و رِیا سے کوسوں دور رہتے ہیں، تو ان کے معیار کے مطابق ان کی اچھی مدح سرائی کرنا، انھیں عمدہ القابات سے پکارنا کوئی مضائقہ نہیں، کیوں کہ وہ اس کے مستحق ہیں۔

تحدیث نعمت کی اجازت:

اگر واقعی اللہ رب العزت نے اپنے فضل وکرم سے کسی کو اعمالِ صالحہ، اچھے اخلاق و

کردار، اور اچھے اوصاف وخصلت کی عظیم نعمتوں سے نوازا ہے اور وہ بطورتحدیث بالنعم اپنی اچھی حالت کے بارے میں بتلائے تو اس کی اجازت ہے۔لیکن یاد رہے کہ بیان کرنے سے پہلے اپنے باطن کا اچھی طرح جائزہ لے لیں کہ نفس کہیں دھوکا تونہیں دے رہا ہے۔ چنانچہ حضرت شیخ اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حدیث پاک کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں: ''حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باوجود اونچے مراتب کے مالک ہونے کے فرماتے ہیں: ''اولادِ آدم کے سردار ہوں لیکن میں فخریہ طور پرنہیں کہتا۔جیسا کہ عموماً لوگوں کی عادت ہے کہ وہ خواہ مخواہ اپنی تعریف وتوصیف میں لگے رہتے ہیں۔'' (بلکہ میں تو بطورتحدیث نعمت کے کہتا ہوں)۔ (روح البیان، ج:۳،ص:۱۰۰)

مصنف تبیان القرآن کئی احادیث طیبہ کا حوالہ دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''قرآنِ مجید اور احادیث مقدسہ میں اپنی پارسائی اور بڑائی بیان کرنے سے منع فرمایا ہے۔ یہ اُس وقت ہے جب انسان کسی پر اپنا تفوق اور برتری ظاہر کرنے کے لیے اپنی بڑائی بیان کرے،لیکن جب اس سے اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اظہار مقصود ہو یا جب کسی جگہ اپنی پاک دامنی کا اظہار کرنا مقصود ہو یا کسی عیب اور الزام سے اپنی برأت بیان کرنا مطلوب ہو یا اپنا حق اور اپنا مقام حاصل کرنے کے لیے اپنے محامد بیان کرنا مقصود ہوں تو پھر اپنے محامد اور اپنے فضائل اور اپنی برأت اور پاکیزگی کو بیان کرنا جائز ہے۔امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی (متوفی ۲۷۹ھ) روایت کرتے ہیں: ''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت کے دن میں تمام اولادِ آدم کا سردار ہوں اور فخرنہیں ہے، اور حمد کا جھنڈا میرے ہی ہاتھ میں ہوگا اور فخرنہیں ہے۔ اور تمام بنی آدم ہوں یا ان کے غیر، سب میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور سب سے پہلے میری قبرشق ہوگی اور فخرنہیں ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(سنن ترمذی، رقم الحدیث:۳۱۴۸ / ۳۶۱۵ /سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث:۴۳۰۸، ج:۳،ص:۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ

علیہم اجمعین نے پوچھا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ کے لیے نبوت کب واجب ہوئی؟ آپ نے فرمایا: ''اس وقت آدم روح اور جسم کے درمیان تھے۔'' یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ (سنن ترمذی، رقم الحدیث: ۳۶۰۹ / المستدرک، ج: ۲، ص: ۶۰۹ / دلائل النبوۃ للبیہقی، ج: ۲، ص: ۱۳۰)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ کسی غرضِ صحیح کی بنا پر اپنے فضائل بیان کرنا جائز ہے، نیز یہ بھی ہوسکتا ہے کہ قرآنِ مجید میں جو اپنی پاکیزگی اور تعریف کرنے سے منع فرمایا ہے اس کا محمل یہ ہے کہ کوئی شخص یہ نہ بیان کرے کہ آخرت میں اللہ کے نزدیک اس کا یہ درجہ ہے اور جنت میں یہ مقام ہے اور وہ اُخروی عذاب سے بری ہے، اور یہود یہی کہتے تھے کہ وہ اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں اور ان کو عذاب نہیں ہوگا اور اگر ہوا بھی تو صرف چالیس دن ہوگا، اور اس سے اس لیے منع فرمایا کہ آخرت کا حال غیب ہے اور غیب کا علم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خبر دیئے بغیر کسی کو نہیں ہوسکتا، اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ براہِ راست مطلع فرماتا ہے، یا فرشتے کی وساطت سے آپ کو مطلع فرماتا ہے، اور جو دنیاوی فضائل ہیں یا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بتلانے سے جن درجات کا علم ہوا، ان کا ضرورت کے وقت بیان کرنا جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اُنْظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَ كَفٰى بِهٖٓ اِثْمًا مُّبِيْنًا ۔ (النساء: ۵۰) دیکھیے یہ لوگ کس طرح اللہ پر عمداً جھوٹ باندھ رہے ہیں اور ان کے لیے یہی علی الاعلان گناہ کافی ہے'' اللہ پر عمداً جھوٹ باندھنے سے مراد ان کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ اللہ کے نزدیک گناہوں سے پاک ہیں، حالانکہ وہ نہ اللہ کے بیٹے ہیں، نہ اس کے محبوب ہیں، نہ گناہوں سے پاک ہیں۔'' (تبیان القرآن، ج: ۲، ص: ۶۹۱، ۶۹۲)

کچھ القابات من جانب اللہ ملتے ہیں:

جب آپ اپنے اسلاف کی تاریخ کا مطالعہ کریں گے تو آپ کو بخوبی اس بات کا علم ہوجائے گا کہ بزرگانِ دین علومِ عقلیہ ونقلیہ سے مکمل دسترس حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ کئی سالوں تک شیخ کی تربیت میں نورِ الٰہی سے قلب کی صیقل کرتے تھے۔ تب من جانب

اللہ القاب سے ملقب ہوتے اور مقرب بارگاہِ الٰہی ہوتے تھے، لیکن آج حیرت ہے ان نبّاضوں اور زُہد و ورع سے عاری نقیبوں پر جو مخاطب کے علم و عمل، قول و فعل پر مطلع ہوئے بغیر ایسے القابات سے پکارتے ہیں جو کذب پر مبنی ہوتے ہیں۔ جن کو نہ منبرِ رسول کی عظمت کا پتا، نہ ہی ان کے سروں پر اسلاف کی غیرتِ حیا کی رِدا، نہ ہی پیشانیوں پر خشیت الٰہی کی جھلک اور نا ہی قلوب میں معرفتِ الٰہی کی رمق۔ باوجود اس کے کہ جھوٹے قصیدے سے گنگ ہوجاتے ہیں، جو کہ سوچ کی پستی اور عظمت کے افلاس کی کھلی نشانی ہے۔ حالانکہ بروقت قائل کو ایسے القابات سے مدعو کرنے پر روکنا چاہیے، جس کا وہ حامل نہیں۔

اب میں آپ کے بالیدہ مطالعہ کے شوق کو باور کرانے کے لیے چند مقبولانِ بارگاہِ الٰہی کی سیرت کو پیش کر رہا ہوں، جس سے آپ کو معلوم ہوجائے گا کہ القابات من جانب اللہ ہوتے ہیں، جن کو اللہ رب العزت علمائے راسخین کے قلوب میں القا فرماتا ہے۔ پھر وہ علمائے کرام ان کے مستحقین کو ان القابات سے نوازتے ہیں۔

لقب محی الدین کا پس منظر:

لطائف اشرفی میں ہے: ’’حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کا لقب محی الدین کیوں ہوا؟ حضرت دُرِّ یتیم نے بصد تکریم عرض کیا کہ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ’’محی الدین‘‘ کے خطاب سے مخاطب کرتے ہیں، اس کا واقعہ کیا ہے؟ (آپ کا یہ خطاب کس طرح پڑا؟) حضرت قدوۃ الکبریٰ نے فرمایا کہ بغداد میں، میں نے حضرت غوث الثقلین کے صاحب زادگان سے اس سلسلے میں دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا کہ اس بارے میں حضرت غوث الثقلین نے ہم سے فرمایا تھا کہ جمعہ کا دن تھا، میں بغداد کے اطراف سے سیاحت کرکے واپس آرہا تھا، میں برہنہ پا تھا۔ میرا گذر ایک بیمار پر ہوا، جس کا رنگ بدلا ہوا اور بدن کمزور تھا۔ اُس نے مجھے سلام کیا ’’السلام علیک یا عبدالقادر‘‘ میں نے اس کے سلام کا جواب دیا۔ اُس نے کہا کہ آپ میرے قریب آیئے۔ میں اُس کے قریب پہنچا۔ اُس نے کہا کہ آپ مجھے پکڑ کر بٹھا دیجیے۔ چنانچہ اس کو میں نے پکڑ کر بٹھا

دیا۔ فوراً اس کا جسم تر و تازہ ہو گیا۔ رنگ بھی نکھر گیا اور خوب صورت نظر آنے لگا۔ چہرے پر تازگی آ گئی۔ میں نے اس سے دریافت کیا کہ تم کون ہو؟ اس نے کہا کہ آپ مجھے نہیں پہچانتے؟ میں نے کہا: نہیں۔ اُس نے کہا کہ ''میں دین اسلام ہوں''۔ آپ نے پہلے مجھے جس حال میں دیکھا تھا، میری حالت ویسی ہی ہوگئی تھی۔ مجھے خداوند تعالیٰ نے اب آپ کے ذریعے سے زندہ کیا ہے۔ ''انت محی الدین''تم محی الدین ہو۔ میں نے اس کو چھوڑ دیا (پھر میں اس کے پاس سے چلا آیا) اور جامع مسجد پہنچا۔ وہاں ایک شخص میرے سامنے آیا اور اُس نے میری جوتیاں میرے پاؤں کے سامنے لا کر رکھ دیں اور مجھ سے کہا: ''یا شیخ محی الدین'' جب میں صبح کی نماز سے فارغ ہوا تو ہر طرف سے لوگ میرے پاس آ کر جمع ہو گئے اور انھوں نے میرے ہاتھ چومے اور پابوسی کی اور وہ ''یا شیخ محی الدین، یا شیخ محی الدین'' کہہ رہے تھے۔ اس سے قبل مجھے اس لقب سے کوئی نہیں پکارا تھا۔''

(لطائف اشرفی، حصّہ اوّل، ج:۲، ص:۹۴)

خطابِ جہانگیری کا پس منظر:

صحائف اشرفی میں ہے: ''جب چار سال کامل خدمتِ شیخ میں بسر کیے۔ حضرت مخدومی کو خیال ہوا کہ ان کو کیا لقب دینا چاہیے کیوں کہ ''الالقاب تنزل من السّماء'' جو کچھ غیب سے نازل ہو، وہی لقب دوں۔ ایک رات حضرت مخدومی اوراد و وظائف شبِ برأت میں مشغول تھے۔ خلوت خانہ میں جا کر سر جیب مراقبہ ہو کر دیر تک خاموش رہے۔ یہاں تک کہ صبح صادق ہوگئی۔ یک بارگی خلوت کی در و دیوار سے آواز آئی ''جہانگیر، جہانگیر'' حضرت کی خاطر مبارک میں پہلے سے آپ کے لقب کا خیال تھا۔ اس آوازِ غیبی کے سننے سے فرمایا: الحمدللہ! کہ فرزند اشرف کو خطاب جہانگیری ملا۔ حضرت محبوب یزدانی دوسری خلوت میں مشغولِ ذکر و فکر تھے۔ جب فجر کی نماز کے لیے برآمد ہوئے اور نماز با جماعت ادا کی، حسب قاعدۂ معمول جب حضرت مخدومی کے دست مبارک پر مصافحہ کرنے گئے۔ اور سب لوگ باہم مصافحہ کرنے لگے۔ جو کوئی حضرت محبوب

یزدانی کے ہاتھ پر مصافحہ کرتا، یہی کہتا خطاب ''جہانگیری'' مبارک ہو۔ حضرت محبوب یزدانی نے یہ اشعار فی البدیہہ فرمائے:

مرا حضرت از پیر جہاں بخش
خطاب آمد کہ اے اشرف جہانگیر
کنوں گیرم جہانے معنوی را
کہ فرمان آمد از شاہم جہانگیری[1]

(صحائف اشرفی، حصّہ اوّل، ص:۹۰)

اوّل الذکر قطب ربانی، غوثِ صمدانی، سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی، مؤخر الذکر محبوبِ یزدانی قدوۃ الکبریٰ میر سلطان سید اوحد الدین مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی رضی اللہ عنہما کے القابات کے پس منظر کو آپ نے ملاحظہ کیا، جس سے یہ بات پوری طرح عیاں ہوجاتی ہے کہ ہر کس و ناکس کو اس طرح کے لقب سے ملقب نہیں کیا جاتا، اور نہ ہی ایسے القاب کا انتخاب من جہت العباد ہوتا۔ بلکہ ''ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ''(جمعہ: ۴) یہ اللہ کا فضل ہے، وہ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ عوام کے سامنے یہ بات خوب واضح کرلی جائے اور اس طرح بے محل القاب کے استعمال سے اجتناب کیا جائے! ورنہ یاد رکھیں کہ بارگاہِ صمدیت میں اس کی بابت بھی سوال کیا جائے گا۔

(سال نامہ ''انکشاف'' سیمانچل، ۲۰۲۴ء، ص:۱۴۶ تا ۱۵۵)

---

[1] مجھ کو دنیا بخشنے والے پیر کی بارگاہ سے خطاب آیا کہ اے اشرف جہانگیر! تو میں اب باطنی دنیا کو اختیار کرتا ہوں۔ اس لیے کہ بادشاہ کی طرف سے جہانگیری سلطانی کا فرمان آچکا ہے۔ چنانچہ لاکھوں کروڑوں جنّ و شیاطین اور رجال الغیب آپ کے تابع فرمان ہیں کہ ہزاروں لوگ آپ کے باطنی فیضان سے فیض یاب ہوکر طرح طرح کے امراض اور آسیبی خلل وغیرہ سے شفایاب ہوتے ہیں۔ اور بفضلہٖ تعالیٰ یہ سلسلہ تا قیامت جاری رہے گا۔ (مرتب)

مختصر تعارف بدر العلماء

مبالغہ آرائی اور بے جا القابات سے متعلق ہم اپنے مشفق اُستاذ اور رہبر و رہنما حضور بدر العلماء قدس سرہٗ العزیز کے چند واقعات ذیل میں اس نیت سے شاملِ کتاب کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں کہ شاید کسی بندۂ خدا کو حضور والا کے خلوص وللّٰہیت بھری تعلیم اور عمل پڑھ کر یا سُن کر اس کے حق میں سامانِ ہدایت بن جائیں۔

از یں قبل کہ ان واقعات کو صفحۂ قرطاس پر لاؤں مناسب سمجھتا ہوں کہ ماضی قریب کے صرف چند اساطین اہلِ سنّت کے تاثرات جو ''حضور بدرِ ملت'' کے متعلق قلم بند کیے ہیں، اسے اور کچھ آپ کی گراں قدر قیمتی تحریریں قارئین کے سامنے پیش کر دوں۔ اس لیے کہ جب حضرتِ والا کی ذات کو سمجھ لیں گے تو پھر ان کی تعلیمات اور ہدایات کو قبول کرنے اور عملی جامہ پہنانے کی جانب قارئین کی توجہ فطری طور پر مبذول ہوگی۔

(۱) آپ کے تعلق سے حضور محدثِ کبیر، شہزادۂ صدر الشریعہ تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت علامہ مولانا بدر الدین احمد صاحب رضوی علیہ الرحمہ اہلِ سنّت کے عظیم عالمِ دین اور زہد و تقویٰ میں آپ اپنی مثال تھے۔ صاحبِ طرز مصنف بھی تھے۔ مدارسِ اسلامیہ کے ابتدائی درجات میں آپ کی کئی تصانیف داخلِ نصاب ہیں۔ جن سے بچوں میں ترقی کی قوت پیدا ہوتی ہے، اور ذوقِ تحصیل بھی۔

دین کے بنیادی عقائد میں آپ کا تصلّب بے مثل تھا۔ بدمذہبوں کی گرفت اور اُن کے رَد میں آپ کو ملکہ حاصل تھا۔ درس و تدریس میں آپ منصب کمال پر فائز تھے۔ فیض الرسول براؤں شریف اور اس کی ترقی کے منصوبہ بندی سے لے کر اسے میدانِ عمل تک لانے میں آپ ہی خشت اوّل تھے۔'' (معارف بدر العلماء، ص: ۲۷)

(۲) آپ کے متعلق حضور فقیہ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان قلم بند فرماتے ہیں:

''حضرت علامہ مولانا بدر الدین احمد صاحب قبلہ قادری رضوی گورکھ پوری قدس

سرہ العزیز اپنی جماعت کے ایک جلیل القدر عالم دین تھے۔ اَلْحُبُّ فِی اللہِ وَالْبُغْضُ فِی اللہِ ان کا شعارِ زندگی تھا۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ربہ القوی کے شیدائی و فدائی تھے۔ اسی بنیاد پر انھوں نے بڑی عرق ریزی سے کتاب ''سوانح اعلیٰ حضرت'' تصنیف فرمائی، جو بہت زیادہ مقبول ہوئی۔ وہ اسلام وسنّیت اور مسلکِ اعلیٰ حضرت کی تبلیغ واشاعت میں ہر وقت سرگرم عمل رہے۔

طلبہ کی بنیادی تعلیم اچھی ہو، اس کا بہت زیادہ خیال رکھتے تھے۔ اسی لیے فیض الرسول براؤں شریف کے زمانۂ قیام میں میزان ومنشعب ہمیشہ خود پڑھاتے اور تسہیل المصادر اور فارسی کی تعلیم ہمارے ذمّے کرتے۔ اہلِ سنّت وجماعت کے چھوٹے بچوں کی تعلیم کے لیے کوئی نصاب نہ تھا۔ اسی لیے مدارسِ اہلِ سنت میں صلح کلیوں اور بدمذہبوں کی گمراہ کن کتابیں پڑھائی جارہی تھیں۔ تو انھوں نے اردو زبان کی تعلیم کے لیے تعمیر ادب لکھی اور دینیات کی تعلیم کے لیے مجھ سے ''نورانی تعلیم'' لکھوائی۔ جو بحمدہٖ تعالیٰ ہندو پاک کے علاوہ افریقہ، امریکہ اور فرانس وبرطانیہ وغیرہ میں داخلِ نصاب ہو چکی ہیں۔ پھر اس کے بعد آپ نے تعمیر قواعد بھی تصنیف فرمائی، جس کے پڑھنے سے فارسی اور عربی کی بنیادی کتابوں کا سمجھنا آسان ہو جاتا ہے۔

بہت سے طلبہ کو مضاف اور مضاف الیہ، موصوف وصفت، فعل وفاعل اور مفعول وغیرہ کی بھی تمیز نہیں ہوتی، یہاں تک کہ کسی دارالعلوم سے انھیں عالم وفاضل ہونے کی دستار وسند مل جاتی ہے حالانکہ وہ عربی عبارت کی ایک سطر کا بھی صحیح ترجمہ نہیں کرپاتے۔ اس خرابی کو دور کرنے کے لیے انھوں نے کئی ابتدائی درسی کتابیں لکھیں جو بہت مفید ہیں اور ملک وبیرونِ ملک کے مدارسِ عربیہ میں داخلِ درس ہیں۔

اور بے عمل عالم سے چوں کہ دین اسلام کو بڑا نقصان پہنچا ہے۔ اس لیے وہ طلبہ کو عالمِ باعمل بنانے کی ہر ممکن کوشش کرتے اور ان کے کردار وعمل پر بہت بڑی نگاہ رکھتے۔ اور انھوں نے حصولِ زر کو اپنی زندگی کا مقصد نہیں بنایا، بلکہ اسلام وسنّیت کی خدمت اور

مسلکِ اعلیٰ حضرت کی تبلیغ واشاعت کو اپنی زندگی کا اصل مقصد قرار دیا۔ غرض کہ وہ بے شمار خوبیوں کے مالک تھے، ان کی ہر خوبی پر ایک مفصّل مضمون لکھا جا سکتا ہے۔ مگر ہم اپنی گوناگوں مصروفیات کے سبب عزیز گرامی مولانا صوفی عبدالصمد صاحب قادری کی خواہش پر صرف یہ چند بے ربط جملے تحریر کر دیئے۔'' (معارف بدر العلماء، ص: ۲۸)

(۳) اسی طرح حضرت مولانا مفتی قدرت اللہ صاحب رضوی علیہ الرحمہ سابق صدر المدرسین دارالعلوم علیمیہ، جمداشاہی، ضلع بستی (یوپی) آپ کے متعلق اپنا تاثر پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اُستاذ گرامی حضرت بدرِملت علیہ الرحمہ کی سادہ زندگی ایک کھلی ہوئی کتاب تھی۔ آپ ہر وقت اپنے قول وعمل اور کردار وگفتار سے اہلِ سنت کی تعمیر اصلاح ہی کی دُھن میں مست رہتے تھے اور اَلْحُبُّ لِلّٰہِ وَالْبُغْضُ لِلّٰہِ کا عملی نمونہ تھے۔ اپنے آنے والوں اور ملنے والوں میں عقیدہ وعمل کی جو بھی خامی اور کمزوری ملاحظہ فرماتے۔ بلاخوف لومۃ لائم اس پر تنبیہ وتہدید فرماتے۔'' (معارفِ بدر العلماء، ص: ۳۱)

حضرت مولانا مفتی ابوالحسن صاحب قبلہ قادری رضوی زید مجدہٗ اپنے طویل مضمون میں حضور بدرِملت علیہ الرحمہ کے متعلق شاہ یار علی علیہ الرحمہ بانی فیض الرسول کے حوالے سے رقم طراز ہیں کہ

''آپ کی روشن خدمات کے اعتراف میں خودسربراہِ اعلیٰ شعیب الاولیاء فرماتے ہیں کہ

''حضرت مولانا بدرالدین احمد صاحب فیض الرسول کی روح ہیں۔''

(مکتوباتِ بدرِملت، ص ۱۶)

اور حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ ۱۳۸۵ھ میں براؤں شریف فرما ہوئے۔ دارالعلوم کے نظم ونسق کا جائزلیا اور بریلی شریف اور بریلی شریف واپس پہنچ کر ایک گراں قدر تاثراتی خط ارسال کیا۔ اس میں ہے ''فیض الرسول کو دیکھ کر معلوم ہوا کہ واقعی یہ فیض

الرسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم) ہے۔ مولائے کریم عزوجل اسے روز افزوں ترقیاں بخشے اور اس کے فیوض کو عام تر فرمائے۔ دل بہت مسرور ہوا۔ تعلیم اچھی، تربیت بہتر۔ سنیت کی تبلیغ، رضویت کی اشاعت، سنّت کی ترویج کا جذبہ، جو فیض الرسول میں پایا کہیں نہ پایا۔'' (مکتوباتِ بدر ملت، ص ۱۷)

اور ادیب شہیر ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم مصباحی بستوی تحریر فرماتے ہیں:

''جس زمانے میں حضرت مولانا بدر الدین احمد رضوی، دار العلوم فیض الرسول میں مدرس اول تھے اس زمانے میں ادارے کا تعلیمی معیار بڑا اونچا تھا۔ ملک کے طول وعرض میں اس ادارے کی شہرت، جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی تھی۔ لیکن جب آپ اس ادارے سے سبک دوش ہو کر مدرسہ غوثیہ فیض العلوم بڑھیا چلے گئے تو ادارے کا تعلیمی معیار روز افزوں فروتر ہوتا گیا حتی کہ طلبہ کی تعداد میں ایک حد تک کمی محسوس ہونے لگی۔ ان شہادتوں سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ حضرت بدر ملت علیہ الرحمہ نے دار العلوم فیض الرسول کو عروج وارتقاء کی اوج ثریا پر پہنچایا اور اسے عالمگیر شہرت عطا کرنے میں کلیدی رول ادا کیا ہے۔ اس سے ان کے اخلاصِ عمل، جذبۂ دینی، ولولۂ اشاعت، حوصلۂ تائید مذہب کا پتہ چلتا ہے۔

فیض الرسول سے بدر العلماء کی بذریعۂ استعفاء علیحدگی

مذکور الصدر بیان سے معلوم ہو چکا ہے کہ حضرت بدر العلماء نے دار العلوم فیض الرسول کو عروج وارتقاء کے نقطۂ انتہا پر پہنچانے میں سعی بلیغ فرمائی ہے۔ اپنی تدریسی زندگی کے بیشتر اوقات اسی میں صرف کیا مگر زندگی کے آخری مرحلے میں استعفا دے کر اس سے الگ ہو گئے۔ اس پر یہ سوال ہوتا ہے کہ آپ نے دار العلوم چھوڑا کیوں؟

اس کا جواب بدر العلماء کا مندرجہ ذیل خط ہے جو انہوں نے اپنے ایک مخلص شاگرد، دار العلوم کے فاضل مولانا حافظ وقاری امام بخش صاحب تیغی ویشالوی کے نام لکھا۔ انہوں نے یہی سوال بذریعۂ خط اس وقت کیا تھا جب حضرت دار العلوم سے دست

بردار ہونے والے تھے اور آپ نے جواباً تحریر فرمایا تھا۔

از براؤں شریف۔

۹۲/۸۶/۷ یکم رجب ۱۳۹۴ھ دوشنبہ مبارکہ

عزیز گرامی!

وعلیکم السلام ثم السلام علیکم!

عرصہ ہوا آپ کا اخلاص نامہ آیا تھا جواب اب جا رہا ہے۔ ادارۂ فیض الرسول تو آپ کے زمانۂ تعلیم ہی میں الہ آباد بورڈ عربی فارسی سے الحاق ہو چکا تھا اس وقت یہ بورڈ صرف مدرسہ کو امداد دیتا تھا۔ لیکن آج تین برس پہلے کا قصہ ہے کہ بورڈ نے مدرسہ کے مدرسین کو بھی امدادی تنخواہ دینا شروع کیا۔ چنانچہ جب ۱۳۹۰ھ مطابق ۱۹۷۱ء میں مدرسین کے نام پر امدادی تنخواہیں آئیں۔ تو سب لوگوں نے لیا میں نے انکار کر دیا۔ اور وہ روپیہ نہیں لیا۔ پارسال (گزشتہ سال) سے بورڈ کے قانون کے مطابق یہاں تمام رجسٹر انگریزی تاریخ کے مطابق کر دیئے گئے۔ ہاں رجسٹر حاضری مدرسین میری وجہ سے دو بنانا پڑا۔ ایک اسلامی تاریخ کے مطابق اور دوسرا انگریزی تاریخ کے موافق۔ میرا دستخط اسلامی تاریخ والے رجسٹر پر ہوتا رہا لیکن باقی علماء اسلامی اور انگریزی دونوں رجسٹر پر دستخط کرتے رہے۔ امسال جمادی الاولی ۱۳۹۳ھ سے عربی والا رجسٹر ختم کر دیا گیا اور انگریزی تاریخ والا چالو رکھا گیا۔ اور مجھ سے مطالبہ ہوا کہ انگریزی تاریخ والے رجسٹر پر آپ بھی دستخط کریں۔ میں نے صاف انکار کر دیا کہ میں انگریزی تاریخ والے رجسٹر پر ہرگز دستخط نہیں کروں گا۔ بعد میں علماء حضرات نے دستخط سے انکار کرتے ہوئے مطالبہ کیا کہ عربی میں رجسٹر تیار ہو، تاکہ دونوں رجسٹروں پر ہم لوگ بھی دستخط کریں۔ ۲۵/جمادی الاولی ۱۳۹۴ھ بدھ کا دن گزار کر رات میں میٹنگ ہوئی اور سب لوگوں نے طے کیا کہ الحاق برقرار رکھا جائے اور حساب و کتاب انگریزی تاریخ کے مطابق رہیں گے۔ میری طرف سے اعلان ہوا کہ اب میں ادارۂ ھذا میں اپنے فرائض انجام دینے سے قاصر ہوں

اور بتا دیا کہ ان شاء اللہ المولیٰ تعالیٰ ۱۶ رشوال سے ذریعۂ استعفا میں الگ ہو جاؤں گا۔ میرے اس اعلان سے لوگوں کو تھوڑا تاثر رہا۔ اور منیجر صاحب نے صرف تنہا میرے لیے ایک رجسٹر بنانے کے لیے دفتر والوں کو ہدایت دی ہے۔ اب میری طبیعت اتنی اُکھڑ چکی ہے کہ میں یہاں پر رہنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ اور پختہ ارادہ اور عزم محکم باعتماد حصولِ رضائے الٰہی وخوشنودیِ سرکار مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کرلیا ہے کہ ۱۶ رشوال ۱۳۹۴ھ سے یہاں سے ان شاء اللہ المولیٰ تعالیٰ مستعفی ہو جاؤں گا۔ میرے حق میں استقامت و تصلّب کے لیے اپنے اوقاتِ خاص میں بارگاہِ احدیت جل جلالہ میں دعا کرتے رہا کریں گے۔ حضرت ناظم اعلیٰ صاحب اور حضرت صاحب سجادہ اور دیگر اساتذہ کی خدمت میں سلام عرض ہے۔ فقط والسّلام

بدرالدین احمد قادری رضوی

دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف بستی (مکتوبات، ص ۱۴۵)

اس خط سے چند باتیں واضح ہوئیں: (۱) الحاق ہونے کے بعد سے اولاً دارالعلوم کے لیے امدادی رقم آتی رہیں اور ۱۳۹۰ھ میں پہلی بار سارے مدرسین کے نام ایڈ کی تنخواہ آئی۔ (۲) سارے مدرسین نے اپنی تنخواہیں لے لیں لیکن بدر العلماء علامہ مفتی بدرالدین احمد قادری علیہ الرحمہ نے لینے سے صاف انکار کردیا۔ (۳) اس دوران اساتذہ صرف عربی تاریخ والے رجسٹر پر دستخط کرتے رہے۔ ۱۳۹۱ھ سے دارالعلوم کے سارے رجسٹر انگریزی تاریخ کے حساب سے کر دیئے گئے۔ ہاں رجسٹر حاضری مدرسین حضرت بدر ملت علیہ الرحمہ کی وجہ سے انگریزی وعربی دونوں حساب سے تیار ہوئے اور آپ کے علاوہ سارے اساتذہ دونوں پر دستخط کرتے رہے۔ (۵) جمادی الاولی ۱۳۹۳ھ میں صرف انگریزی حساب سے رجسٹر حاضری مدرسین بھی تیار کیا گیا۔ اس پر صرف مولانا موصوف نے دستخط سے انکار کیا۔ البتہ اس کے بعد دیگر اساتذہ نے بھی عربی تاریخ والے رجسٹر کی فرمائش کی۔ (۶) جمادی الاولی ۱۳۹۴ھ کو ارکانِ ادارہ نے قطعی فیصلہ یہ سنایا کہ رجسٹر

حاضری مدرسین صرف انگریزی حساب سے رہے گا اور سب کو اس پر ہی دستخط کرنا ہوگا۔ اس پر صرف حضرت مفتی بدر الدین احمد علیہ الرحمہ نے انکار کرتے ہوئے ۱۶ رشوال ۱۳۹۴ھ سے اپنی سبک دوشی کا اعلان کیا۔

اس تفصیل سے درخشاں آفتاب کی طرح واضح ہوتا ہے کہ حضرت بدر ملت علیہ الرحمہ دار العلوم سے اس وجہ سے علاحدہ ہوئے کہ انہیں انگریزی حساب والے رجسٹر پر دستخط کے لیے مجبور کیا گیا۔

انگریزی، عربی تاریخ کی شرعی حیثیت

اور ظاہر ہے کہ انگریزی تاریخ والے رجسٹر پر دستخط کرنا عربی یعنی قمری تاریخ کو پس پشت ڈالنا ہے۔ جب کہ قمری تاریخ ہی عربی اور اسلامی تاریخ ہے۔ چنانچہ کتب تفاسیر میں "اِنَّ عِدَّةَ الشُّھُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا"(پ ۱۰، ع ۱۱، آیت ۳۶) کی تفسیر میں تصریح ہے۔ مفاتیح الغیب المشتہر بالتفسیر الکبیر للامام محمد الرازی میں ہے "اِعْلَمْ اَنَّ السَّنَةَ عِنْدَ العَرَبِ عِبَارَةٌ عَنْ اِثْنَا عَشَرَ شَهْرًا مِّنَ الشُّهُوْرِ الْقَمَرِيَّةِ وَ الدَّلِيْلُ عَلَيْهِ هٰذِهِ الْاٰيَةُ۔ (ج ۶، ص ۴۰، تفسیر آیت ۳۶) کہ جان لو کہ اہلِ عرب کے نزدیک سال قمری بارہ مہینوں کا نام ہے۔ اس پر یہ آیت دلیل ہے۔ نیز اسی میں ص ۴۱ پر ہے: "قَالَ بَعْضُهُمْ الْمُرَادُ مِنَ الْكِتَابِ الْقُرْاٰنُ وَ قَدْ ذَكَرْنَا اٰيَاتٍ تَدُلُّ عَلٰى اَنَّ السَّنَةَ الْمُعْتَبَرَةَ فِيْ دِيْنِ مُحَمَّدٍ صل الله تعالیٰ علیہ وسلم هِيَ السَّنَةُ الْقَمَرِيَّةُ وَ اِذَا كَانَ كَذٰلِكَ كَانَ هٰذَا الْحُكْمُ مَكْتُوْبًا فِي الْقُرْاٰنِ" اور بعض کا قول ہے کہ کتاب سے مراد قرآن ہے اور ہم نے چند آیتیں ذکر کی ہیں جو اس پر دلیل ہیں کہ دین محمدی میں معتبر سال، قمری سال ہے۔ اور جب ایسا ہے تو یہ حکم قرآن کے اندر نوشتہ ہے۔

اور واضح رہے کہ مسلمانوں کو اپنے سارے معاملات قمری سن و تاریخ کے اعتبار

سے ہی کرنا واجب ہے۔ امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ اپنی مشہور زمانہ تفسیر مفاتیح الغیب میں رقمطراز ہیں: قَالَ اَهْلُ الْعِلْمِ الْوَاجِبُ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ بِحُكْمِ هٰذِهِ الْاٰيَةِ اَنْ يَّعْتَبِرُوْا فِيْ بُيُوْعِهِمْ وَ مَدَدِ دُيُوْنِهِمْ وَ اَحْوَالُ زَكٰوتِهِمْ وَ سَائِرِ اَحْكَامِهِمُ السَّنَةُ الْعَرَبِيَّةُ بِالْاَهِلَّةِ وَ لَا يَجُوْزُ لَهُمْ اِعْتِبَارُ السَّنَةِ الْعَجَمِيَّةِ وَالرُّوْمِيَّةِ۔ (ج ٦، آیت ٣٦، سورۃ التوبہ)

کہ علمائے اسلام نے ارشاد فرمایا کہ آیت مذکورہ کے ارشاد کے مطابق مسلمانوں پر واجب ہے کہ اپنی خرید وفروخت اور قرضوں کی مدت مقرر کرنے اور زکوٰۃ کا سال متعین کرنے اور اپنے سارے احکام و معاملات برتنے میں چاند کے حساب سے عربی سال کا اعتبار و لحاظ کریں مسلمانوں کو عجمی اور رومی سال کا لحاظ کرنا جائز نہیں ہے۔

اور تفسیر خازن میں قمری سن و ماہ کے ذکر کے بعد ہے:

"فَالْوَاجِبُ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ الْاَخْذُ بِهٰذَا الْحِسَابِ وَ الْعَدَدَ فِيْ صَوْمِهِمْ وَ حَجِّهِمْ وَ اَعْيَادِهِمْ وَ بِيَاعَاتِهِمْ وَ اَجَلِ دُيُوْنِهِم وَ غَيْرِ ذَالِكَ مِنْ سَائِرِ اَحْكَامِ الْمُسْلِمِيْنَ الْمُرَتَّبَةُ عَلَى الشُّهُوْرِ۔"

(ج ٢، ص ٣٥٧، تفسیرات احمدیہ، ٣٦ سورۃ التوبہ)

کہ مسلمانوں پر واجب ہے کہ اسی قمری حساب پر عمل کریں اور اپنے روزے اور حج کے شمار کرنے اور عیدوں اور خرید وفروخت اور قرضوں کی مدتیں مقرر کرنے اور اپنے دیگر احکام میں چاند کے حساب پر چلیں۔

یہی وجہ ہے کہ فقہائے اسلام نے صراحت کر دی ہے کہ زکوۃ وحج وغیرہ عربی مہینوں کے اعتبار سے ہی فرض ہیں۔ انگریزی مہینوں کے اعتبار سے زکوۃ دینا حرام ہے۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال ہوا کہ ایک شخص مالک ہے جائیداد زمین داری وغیرہ کا۔ اور اس کی آمدنی مختلف اوقات میں وصول ہوتی رہتی ہے اور مال گزاری ونیز دیگر اخراجات میں خرچ ہوتی رہتی ہے اور ایسی صورت میں حساب سالانہ

انگریزی ماہ اکتوبر سے شروع ہوتا ہے اور ماہ ستمبر میں ختم کیا جاتا ہے۔ لہذا جو رقم بعد اخراجات کے آخر سال پر باقی رہتی ہے اس پر زکوٰۃ کب واجب ہوگی کس وقت اس کو ادا کرنا چاہیے۔ **بینوا توجروا**

تو اس کے جواب میں آپ فرماتے ہیں:

''ستمبر، اکتوبر کا اعتبار حرام ہے نہ اس کے اوقات آمدنی پر لحاظ بلکہ سب میں پہلی جس عربی مہینے، جس تاریخ، جس گھنٹے، منٹ پر وہ ٦٥ روپیہ کا مالک ہوا اور ختم سال تک یعنی وہی عربی مہینہ، وہی تاریخ، وہی گھنٹہ، منٹ دوسرے سال آنے تک اس کے پاس نصاب باقی رہی وہی مہینہ، تاریخ، منٹ اس کے لیے زکوٰۃ کا سال ہے۔ آمدنی کا سال کبھی سے شروع ہوتا ہو اس عربی مہینہ کی اس تاریخ منٹ پر اس کی زکوٰۃ دینا فرض ہے۔''

(فتاویٰ رضویہ جلد ۴، ص ۴۲۵، رضا دار الاشاعت بریلی شریف)

الحاق ہی کی وجہ سے دار العلوم فیض الرسول سے مستعفی ہونے کے سلسلے میں حضور بدر ملت علیہ الرحمہ کا ایک دوسرا مکتوب بھی قارئین ملاحظہ کریں۔ جسے ۳/ ذی الحجہ ۱۳۹۴ھ میں آپ نے ضیغم اہلسنت علامہ محمد حسن علی قادری رضوی بریلوی میلسی قبلہ کے نام تحریر فرمایا تھا

۷۸۶ / ۹۲

از مدرسہ غوثیہ بڑھیا ضلع بستی

۲/ ذی الحجہ ۱۳۹۴ھ

حضرت مولانا ذو المجد والکرم وعلیکم السلام ثم السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ

آپ کا گرامی نامہ ذریعۂ نیپال ڈاک کچھی نگر مرزا تبارک بیگ کے پاس پہنچا۔ مرزا کے صاحبزادے نے ذریعۂ ہندوستان ڈاک اپنے لفافہ میں رکھ کر میرے پاس براؤں شریف بھیجا جو مجھے شوال کے نصف آخر میں وصول ہوا۔

''میں ادارہ فیض الرسول براؤں شریف میں درسی خدمات پر ۱۳۷۵ھ میں مقرر

ہوا، ایک ماہ آٹھ دن کم انیس سال تک ادارۂ ھٰذا میں میرا قیام رہا، یہ ادارہ سرکار اعلیٰ حضرت رضی المولیٰ تعالیٰ عنہٗ کے مسلک مقدس کا نقیب و داعی تھا، اس ادارہ میں رجسٹر اور دیگر کاغذات اسلامی تاریخ اور سنہ کے مطابق رکھے جاتے تھے اور مشاہرے اسلامی ماہ کے مطابق ادا کیے جاتے تھے، قیام ادارہ کے تقریباً تین یا چار سال کے بعد لوگوں نے تحریک کر کے ادارہ ھٰذا کا الہٰ آباد بورڈ سے الحاق کرایا۔

میں نے روزِ اوّل ہی الحاق کی شدید مخالفت کی لیکن اربابِ حل وعقد نے اس پر توجہ نہ دی۔ آج چار سال کا زمانہ ہو رہا ہے کہ الہٰ آباد بورڈ نے ادارہ کو ایڈ دینے کے ساتھ مدرسین کو الگ سے امداد دینا جاری کیا۔ سب مدرسین نے امداد لینا قبول کیا لیکن میں نے لینے سے انکار کیا۔ اس نئی امداد کے بعد بورڈ نے کچھ پابندیاں عائد کیں جس کے مطابق ادارے کے سارے کاغذات انگریزی ماہ و سنہ کے مطابق کر دیئے گئے۔ امسال ربیع الاول شریف ۱۳۹۴ھ میں جب رجسٹر حاضری مدرسین انگریزی ماہ کے مطابق تیار کیا گیا تو میں نے اس میں دستخط کرنے سے انکار کر دیا۔ پھر میں نے دیکھا کہ میں ان معاملات میں اکیلا ہو رہا ہوں اور یہ بھی محسوس کیا کہ ادارہ کے طلبہ میں اب دین وعلم کے حصول کا جذبہ نہیں رہ گیا ہے بلکہ بورڈ کے مولوی عالم کے درجات پاس کر لینے پر دھیان ہے تاکہ طبیہ کالج وغیرہ میں داخلہ کی سہولت ملے۔ نیز یہ بھی محسوس کیا کہ ادارے کے کرتا دھرتا مقصد حاصل کرنے میں جائز اور ناجائز کا امتیاز نہیں رکھتے، اس لیے میں شعبان ۱۳۹۴ھ سے پہلے ہی عزم کر لیا کہ مجھے ادارہ ھٰذا سے الگ ہو جانا ہے۔ چنانچہ سالانہ تعطیل کے موقع پر ۷ر شعبان ۱۳۹۴ھ کو میں استعفاء نامہ داخل کر دیا۔ جس میں لکھا کہ ادارہ فیض الرسول کے حالات اب میرے لئے سازگار نہیں رہ گئے۔ اس لئے ۲۱ شوال سے مجھے ادارہ کی درسی خدمات سے سبکدوش متصور کریں، پھر استعفا کے مطابق میں ۲۱ر شوال کو براؤں شریف سے دوسری جگہ اپنے ملنے جلنے والے کے یہاں چلا گیا۔‘‘

براؤں شریف سے چھ میل کے فاصلہ پر ایک گاؤں بڑھیا ہے جہاں مدرسہ غوثیہ

فیض العلوم قائم ہے۔ مدرسہ غوثیہ مذکورہ ادارہ فیض الرسول براؤں شریف کی شاخ ہے لیکن یہ مدرسہ بورڈ سے الحاق شدہ نہیں ہے۔ مدرسہ غوثیہ ھذا کے اراکین نے اصرار کر کے مجھے اپنے ادارہ میں مقرر کر دیا۔ میں اس وقت مدرسہ غوثیہ ہی میں درسی خدمات انجام دے رہا ہوں۔ میں حالات سے اتنا مضمحل ہوں کہ خطوط کے جواب میں طویل تاخیر ہو جاتی ہے۔ چنانچہ آپ کے گرامی نامہ کے آئے ہوئے ایک ماہ سے زیادہ ہوا مگر اس کا جواب نہیں جا سکا۔ یہ جو کچھ لکھ رہا ہوں ۲/ذی الحجہ کو شروع کیا اور ۳/ذی الحجہ کو ختم کر رہا ہوں۔

چونکہ اس وقت پاکستان اور ہندوستان کے درمیان ڈاک کا سلسلہ جاری ہو چکا ہے اس لیے ذیل کے پتہ پر براہ راست استفتا بھیج کر فتوی حاصل کریں۔

فقط والسلام

بدرالدین احمد قادری رضوی

۳/ذی الحجہ ۱۳۹۴ھ

حضرت مولانا آل مصطفٰی صاحب مرحوم اپنے مضمون معارف بدر العلماء کے صفحہ ۳۲۸ پر رقمطراز ہیں:

''مدرسہ غوثیہ بڑھیا میں دورانِ درس راقم سے ایک بار حضور بدرِ ملت علیہ الرحمہ نے ارشاد فرمایا کہ آل مصطفٰی! گیہوں کی طرف دھیان دینا بھوسے کی طرف مت لپکنا۔ مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا تعلیم سے دین کی ترویج واشاعت میں لگے رہنا، دنیا کا خیال مت لانا۔ حضرت علیہ الرحمہ مثال کے ذریعے سمجھانا چاہتے تھے کہ عقل مند کسان وہ ہوتا ہے جو گیہوں کے دانے کے لیے اچھی کاشت کرتا ہے نہ کہ بھوس کے لیے؟ کیوں کہ جب گیہوں زیادہ ہوگا تو بھوس خود بخود زیادہ نکلے گا۔ اسی طرح دانش مند عالم دین وہ ہے جو دین کی تعلیم اشاعتِ دین کی خاطر حاصل کرے۔ صرف دنیا کمانے کے لیے حیران وسر گرداں نہ رہے۔ کیوں کہ جب دین کی خدمت کرے گا تو اللہ تبارک وتعالٰی اس کی ضرورت پوری کرے گا اور مدد فرماتا رہے گا۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَ يُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ۔

یعنی اے ایمان والو! اگر تم دینِ خدا کی مدد کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری مدد فرمائے گا اور تمہارے قدم جما دے گا۔

المختصر! حضرت اُستاذی الکریم طلبہ کی تعلیم و تربیت کے لیے ہمیشہ بے چین رہا کرتے تھے اور ان کی بدعملی پر بہت کڑھا کرتے تھے۔ اس سلسلے میں مضمون کے خاتمے کے طور پر حضرت علیہ الرحمہ ہی کی تحریر کو قارئین حضرات کے سامنے رکھ رہا ہوں۔

مدرسہ غوثیہ بڑھیا کی سالانہ روداد ۱۳۹۵ھ میں اپنے اس درد کو یوں ظاہر فرمایا: ''یہ حقیقت پوست بر کندہ ہے کہ دین حق کی زندگی اور اس کی بقا اسلامی تعلیم و کردار سے وابستہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ زمانۂ گذشتہ کے مسلمانوں نے اپنے خرچ سے ایسی تعلیم گاہیں قائم کی تھیں، جن میں طلبا کو تفسیر و حدیث، عقائد و فقہ کا درس دیا جاتا اور ان کا کردار پختہ کیا جاتا۔ پھر یہی طلبا عالمِ دین کی سَند پا کر اپنی تعلیم گاہ سے باہر آتے تو فسّاق و فجّار مسلمانوں کا سُدھار کرتے، بدمذہب کلمہ گویوں کے عقائدِ فاسدہ کی اصلاح کرتے، حلال و حرام سے ناواقف مسلمانوں کو احکامِ شرع سے آگاہ کرتے، گمراہ فرقوں کے اعتراض کا جواب دیتے، ملحدوں کے پیدا کردہ شکوک و شبہات کا قلعہ قمع کرتے۔ مسلمان ان کے بلند کردار، سنجیدہ گفتار، پاکیزہ رفتار کو دیکھ کر ان کا پورا پورا احترام کرتے تھے۔ اور غیر مسلم ان کے عالمانہ شان و شوکت سے متاثر ہو کر ان کو عزت و عظمت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ لیکن افسوس! کہ علم و عمل کا یہ خوش گوار ماحول اب بُری طرح بگڑ چکا ہے۔ دورِ حاضر کی اسلامی درسگاہوں کے فارغ التحصیل علما ان میں اکثر و بیش تر حضرات تقاضۂ دین سے نا آشنا ہیں۔ ان کا دامن علم نافع سے خالی ہے۔ ان کے پاس عملِ صالح کی پونجی نہیں۔ ان کے کردار اور عام فاسقوں کے اعمال میں کوئی امتیاز نہیں۔ ان کے طرزِ عمل سے اسلامی معاشرہ سدھرنے کے بجائے بگڑتا جا رہا ہے۔ ان کا ٹڈی دل لشکر موجود ہے لیکن پھر بھی مسلمانوں کی دینی حالت پست ہے۔ باطل پرستوں کا زور ہے، صلح کلّیت کا غلبہ ہے۔ سنّیت بے کسی کے

عالم میں دَم توڑتی نظر آرہی ہے۔اس تشویش ناک صورتِ حال کا سبب بالکل ظاہر ہے۔ ادارے قائم ہیں دینی تعلیم کے لیے۔مسلمانوں سے چندہ لیا جاتا ہے اسلامی تعلیم کے نام پر۔مگر افسوس کہ ان تعلیمی اِداروں میں نہ توعلمِ نافع کی لگن ہے، نہ عملِ صالح کا کوئی پُرسانِ حال ہے۔بس لے دے کرگنی چنی درسی کتابوں کے شروع کے چند صفحات کی تدریس ہے اور پھر کاپیوں پر لکھے ہوئے مخصوص نوٹوں کو رٹا رٹا کر مولوی، عالم، فاضل کا امتحان دلانا اور جلسۂ عام میں اُمیداروں کی دستار بندی کرادینا ہے۔ان الحاقی مولویوں اور مولاناؤں میں اکثر کا حال یہ ہے کہ علامہ ہوتے ہوئے صحیح طور پر میزان ومنشعب کا درس نہیں دے سکتے۔ان کو نہ تو عقائدِ دینیہ کی خبر ہے، نہ مسائلِ شرعیہ کا پتہ۔نماز وزکوٰۃ کے موٹے موٹے مسائل سے ناواقف ہیں۔حد یہ ہے کہ فقہی تعلیم کے مطابق وضو کرنا نہیں جانتے،صورت فاسقانہ اور سیرت ملحدانہ،تو ان لوگوں سے حمایتِ دین اور احیائے شریعت کی اُمید رکھنا سانڈ سے دودھ دوہنا ہے۔

دین ومذہب کا سچا درد رکھنے والے اصحابِ بصیرت مدرّسین کا فرض ہے کہ وہ اس تاریک دور میں دین کی ٹھوس تعلیم پر زیادہ سے زیادہ توجہ مبذول کریں۔اور طلبہ کے کردار کو اسلامی سانچے میں ڈھالیں۔(مضامین بدرِملت،صفحہ ۵۴ تا ۵۶،مطبوعہ رضا اکیڈمی، ممبئ)

حضور بدرملت کی تعارفی تحریر کے اختتام پر آپ کا ایک گراں قدر گرامی نامہ شامل کتاب کیا جارہا ہے۔جسے آپ نے اپنے شاگرد رشید حافظ امام بخش تیغی مرحوم کے چند سوالوں کے جواب میں انتہائی دل پذیر اور اچھوتے انداز میں رقم فرمایا تھا۔اس خط میں دور حاضر کے اکثر مدارس اور خانقاہوں کے جو ناگفتہ بہ حالات تھے ان کا صحیح نقشہ پیش کر دیا ہے۔مولائے کریم ہم اہل سنن کو ہر کام میں خلوص وللّٰہیت عطا فرمائے۔آمین

مکتوب

از مدرسہ غوثیہ بڑھیا

۸ ؍ ربیع الغوث ۱۴۰۸ ہجری
عزیزم! وعلیکم السلام ثم السلام علیکم
طالب خیر بحمدہ تعالیٰ بخیر ہے۔ حسبنا ربنا و نعم الوکیل۔

اہل سنت کی درسگاہ جو گورنمنٹ بہار کے چنگل سے آزاد اور پاک ہو، وہ مہوا بازار میں قائم ہونا چاہیے۔ جو صاحب مہوا بازار اور انصار نگر کے درمیان اپنی پانچ کٹھہ زمین وقف کرنا چاہتے ہیں وہ اگر دین وسنیت کی اشاعت کی خاطر خدا اور رسول جل جلالہ وعلیہ التحیۃ والثناء کی رضا کے لیے وقف کرنا چاہتے ہیں تو اس زمین کو فروخت کر کے اس کے پیسے سے مہوا بازار میں زمین خرید کر وقف کر دیں۔

ان شاء المولیٰ تعالیٰ برکات ربانی سے مالا مال ہوں گے۔ فی الحال مہوا بازار میں تھوڑی سی زمین مل جائے، کرایہ دے کر یا بلا کرایہ تو وہاں درس وتدریس کا سلسلہ شروع کر دیں۔ بعد میں عنایت ربانی مسلمانوں کے دلوں کو ادارہ کی اعانت کی طرف مائل کر دے گی پھر زمین کا مسئلہ اور اس پر عمارت کا مسئلہ حضرت رب العزت جل جلالہ بالکل آسان کر دے گا۔ زمین، عمارت، قیام مدرسہ، معاون ادارہ سے پہلے اخلاص نیت کا مسئلہ دشوار اور بہت دشوار ہے۔ انسان سہولت کا طالب وعاشق ہے۔ اس کی معیشت کی ابتری اس کے سامنے ہے۔ آج کل کی اکثر خانقاہیں اور درسگاہیں خالص دنیوی دکان ہیں جن سے دکان چلانے والے زیادہ سے زیادہ آمدنی حاصل کرنا چاہتے ہیں، ان جگہوں میں اخلاصِ نیت کا گزر نہیں۔

آپ کے حق میں مولیٰ تبارک وتعالیٰ سے مسلسل دعا کرتا جا رہا ہوں۔ بارگاہِ احدیت جل جلالہ میں تضرع وزاری بارگاہ رسالت علیہ التحیۃ والثناء میں فریاد واستغاثہ بتوسط شہزادۂ رسول سرکار غوث اعظم رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ کی سخت ضرورت ہے کہ آج کل کی دنیا میں بالخصوص صوبۂ بہار میں دین سے بے رغبتی کا بری طرح غلبہ ہے ۔ والعیاذ باللہ المولیٰ تعالیٰ۔ جو درسگاہیں دینی تعلیم کے نام پر چل رہی ہیں اس میں بھی وہی طرز تعلیم ہے

جو انگریزی کالجوں میں ہے۔ حد یہ کہ شمس الضلالہ کا نام ''شمس الھدیٰ'' اور یورپین تعلیم گاہ کا نام ''غوثیہ کالج'' ہے۔ فقط والسّلام

بدرالدین احمد

دورِ حاضر کے مذکورہ بالا اکابر کے تاثراتِ گرامی اور آپ کی گراں مایہ پند و نصائح کے بعد واقعات کی روشنی میں مبالغہ آرائی اور بے جا القابات کے متعلق حضور بدرِ ملت کے افکار و نظریات کیا تھے؟ اسے ملاحظہ کریں۔

کچھ واقعات تو راقم کی آپ بیتی ہیں اور کچھ اپنے مخصوص دینی بھائیوں کے فقیر قادری سے بیان کردہ وغیرہ ہیں۔ ہاں یہ بتا دینا راقم کے لیے ضروری ہے کہ راوی کے بیان کردہ باتیں من و عن نہیں ہیں مگر حتّی الوسع معنی، مفہوم اور مطالب کا لحاظ رکھتے ہوئے سلک تحریر میں لانے کی کوشش کی گئی ہے۔ تا کہ ان واقعات سے اہلِ حق سنّی مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچے۔

پہلا واقعہ

حضور بدرملت کی جلسے جلوس سے کنارہ کشی

از: راقم الحروف فقیر قادری اورنگ آبادی عفی عنہ

آپ اپنی حیات کے اخیر میں جلسے جلوس میں عام طور پر شریک ہونے سے اپنے آپ کو الگ کر رکھا تھا۔ پھر بھی آپ کے معتقدین و محبین جلسے وغیرہ میں دعوت دینے کے ساتھ ہی ساتھ زادِ راہ بھی روانہ کر دیا کرتے تھے۔ مگر حضرت قبلہ دعوت دینے والوں سے معذرت چاہ کر کرایہ وغیرہ کی رقم واپس کر دیا کرتے تھے۔ راقم نے اپنے طالب علمی کے زمانے میں جب آپ کو کرایہ واپس کرتے ہوئے دیکھا تو حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان سے ایک مرتبہ عرض کیا کہ حضور آخر دعوت قبول فرمانے کے بجائے رَد کر کے زادِ راہ واپس کیوں کر دیا جاتا ہے؟ اس پر حضرت علیہ الرحمۃ نے کچھ اس طرح فرمایا۔ آپ نہیں سمجھتے

ہیں زمانہ کے حالات کس قدر بدل چکے ہیں ناظم جلسہ غیر ذمہ دار پیشہ ور خطباء ومقررین اور شعراء کی بہتات اور کثرت ہے۔آج لوگوں کے عام حالات یہ ہوتے جا رہے ہیں بغیر کسی معتبر ذمہ دار عالم دین سے سمجھے بجھے ہوئے جسے چاہتے ہیں جلسے وغیرہ میں مدعو کر لیتے ہیں ۔اب ایسی مجلس میں ان کے ساتھ ممبر پر میں بھی شریک رہوں اور جب وہ نااہل حضرات خلاف شرع بولی بولیں یا خلاف شریعت اشعار پڑھیں اور میں ان کی اصلاح کے لیے ٹوک دوں اور توبہ ورجوع کی جانب توجہ دلاؤں تو انھیں گراں معلوم ہو، اس لیے کہ اس وقت نفسانیت اور شیطانیت کا اتنا غلبہ ہو چکا ہے کہ لوگ حق قبول کرنے کے بجائے بحث و مباحثہ پر آمادہ ہو جاتے ہیں ۔اور ان میں بعض تو کفریات تک بک جاتے ہیں۔اور تنبیہ کرنے پر آنکھیں دکھاتے اور گردن چڑھاتے ہیں اور اصلاح کرنے والے کے خلاف محاذ آرائی اور بکھیڑا کھڑا کر دتیے ہیں۔

اور اگر میں ایسے جلسہ وغیرہ میں شریک رہوں اور ان کی خلاف شرع باتوں کو سن کر خاموش بیٹھا رہ جاؤں اور حق ظاہر نہ کروں تو پھر بارگاہ الٰہی میں کوڑا کھانے کے لیے اپنی پیٹھ کو تیار رکھنا ہوگا۔انہیں وجوہ کے بنا پر میں کنارہ کشی اختیار کرنے ہی میں سلامتی اور سکون محسوس کرتا ہوں ۔رہی مدعو کرنے والے معتقدوں کی بات تو انہیں صورت حال سے آگاہ کر کے اُن سے معذرت چاہ لیتا ہوں کہ اُن کی دل شکنی نہ ہونے پائے۔واعظ ومقرر کیسا ہونا چاہیے؟ جب یہ مسئلہ سرکار اعلیٰ حضرت سے دریافت کیا گیا،سوال وجواب بغور پڑھیں:

س: واعظ یعنی پند ونصیحت کرنے والا اور مقرر کا عالم ہونا ضروری ہے؟

ج: غیر عالم کو وعظ کہنا حرام ہے۔

س: عالم کی تعریف کیا ہے؟

ج: عالم کی تعریف یہ ہے کہ عقائد سے پورے طور پر آگاہ ہو اور مستقل ہو اور اپنی ضروریات کو کتابوں سے نکال سکے بغیر کسی کی مدد کے۔(الملفوظ، ح اوّل، ص ۵)

OOOO

''امام احمد رضا اور باطل روایات کی تردید'' کے عنوان سے جناب کلیم احمد قادری صاحب، ضلع جل گاؤں کا ایک طویل مضمون ہے، اس میں سے صرف دو روایات یادگار رضا ممبئی شمارہ ۱۴۴۴ھ بمطابق ۲۰۲۲ء/ ۲۰۲۳ء۔ص ۹۰ / ۹۱ سے بطور نمونہ شامل کتاب ہیں۔جن کے پڑھنے سے قارئین پر واضح ہوجائے گا کہ غیر عالم سے وعظ کروانے کا انجام کتنا بھیانک اور خطرناک ہوتا ہے۔

(۱) ایک واعظ نے جلسہ عام میں منبر پر بیٹھ کر یہ کہا کے آج میں ایک ایسی بات بیان کرتا ہوں جو آج تک حاضرین جلسہ نے نہ سنی ہوگی کیوں کہ کسی عالم اور کسی فقیر نے آج تک بیان نہیں کیا۔وہ بات یہ ہے کہ حضور صلی تعالیٰ علیہ وسلم اپنی بی بی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دولت خانہ پر تشریف لائے۔آپ کی سوئی گر گئی تھی، وہاں اندھیرا تھا اس کو وہ تلاش کر رہی تھیں تاریکی کی وجہ سے نہ ملتی تھی حضور نے تبسّم فرمایا، دندان اقدس کی روشنی سے وہ سوئی مل گئی۔حضور نے خیال فرمایا کہ میرے دانت ایسے روشن ہیں کہ آج تک کسی کے ایسے نہ ہوئے۔اس تکبر کی وجہ سے حضور کا دندان اقدس جنگ احد میں شہید ہوگیا۔

(۲) حضور اکرم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم رات رات بھر کھڑے ہو کر عبادت کرتے تھے۔اس وجہ سے پاؤں پر ورم آ گیا۔کسی صاحب نے یہ عرض کیا کہ حضور پتھر آگ میں گرم کر کے سینکیں۔حضور نے جس وقت پتھر آگ میں ڈالا، اس نے اللہ تعالیٰ سے فریاد کی۔حکم ہوا کہ ہم اس کا بدلہ تجھ کو دیں گے۔ان الفاظ سے توہین ہوئی یا نہیں اور ہوتی ہے تو کس حد تک؟

یہ دونوں روایتیں صحیح ہیں یا غلط؟ اس کے بیان کرنے والے کے لیے کیا حکم ہے اور سامعین پر اس کا گناہ ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو وہ کس طرح اس گناہ سے بری ہوں؟

امام اہلسنت مجدد دین وملّت اعلی حضرت محدث بریلوی نے مستفتی کو ان دونوں روایات پر جو تحریر فرمایا وہ قارئین کی نذر ہے:

’’پہلی روایت کہ تبسّم فرمانے سے سوئی مل گئی۔ یہاں تک ٹھیک ہے۔اس کے بعد جواس بیان کرنے والے نے بڑھایا، وہ صریح کذب وافترا ہےاوراس کے ساتھ جواس نے حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی نسبت معاذ اللہ تکبّر کا لفظ کہاوہ صریح کفر ہے۔وہ ایمان سے نکل گیااوراس کی عورت نکاح سے نکل گئی۔ جیسے مجمع میں اس نے وہ ناپاک ملعون لفظ کہا،اسے حکم ہے کہ ویسے ہی مجمع میں توبہ کرےاوراسلام لائے۔اگر نئے سرے سے مسلمان نہ ہوتومسلمانوں کواس سے سلام وکلام حرام،اس کے پاس بیٹھنا حرام،اس کی شادی غمی میں شریک ہونا حرام، بیمار پڑے تواسے پوچھنے جانا حرام،مرجائے تواس کے جنازے پر جانا حرام،اسے غسل وکفن دینا حرام،اس کے جنازے کی نمازحرام،اسے مسلمانوں کے مقابر میں دفن کرنا حرام،مرنے کے بعداسے کچھ ثواب پہنچانا حرام، بلکہ اس کے کفر پرمطلع ہوکر جوکوئی اس کے ساتھ مسلمانوں کا سا کوئی معاملہ کرے گا اوراسے مسلمان جانے گا بلکہ اس کے کفرمیں شک کرے گاوہ خود کافرہوجائے گا۔

اوروہ جودوسری روایت پتھر کی اس نے بیان کی وہ بھی محض جھوٹ اوراس کا افترا ہے۔اوراگرتوبہ نہ کرےتو وہ روایت اس پرجہنم کے پتھر برسائے گی۔وہ لوگ جوایسے کے بیان کرنے کے لیے بٹھاتے ہیں اوراس کا بیان سنتے ہیں،سب سخت گنہگار ہیں۔اور اگراس پہلی روایت کوسن کرپسند کیاتووہ پسند کرنے والےسب اس کی مثل کافرہوگئے۔اور ان کی عورتیں نکاح سے نکل گئیں۔ان پرتوبہ فرض ہےاور ہدایت اللہ کے ہاتھ۔**واللہ تعالیٰ اعلم** (سال نامہ یادگارِرضا،صفحہ ۹۰،۹۱)

دوسرا واقعہ

مبالغۂ بیجا سے پرہیز

حضرت کے شاگرد مولانا کمال الدین صاحب رضوی دارالعلوم عربیہ اسلامیہ اہل سنت سعدی مدنپورہ ضلع باندہ (یوپی) نے ایک مرتبہ حضرت کی خدمت میں ایک خط روانہ

کیا تھا جس میں انہوں نے آپ کو فرید عصر وغیرہ القابات لکھ دیئے تھے۔

اس کے جواب میں حضرت نے تحریر فرمایا، میرے حق میں فرید عصر وحید دہر، استاذ العلماء، سند المدرسین، عمدۃ المحققین کے کلمات ہرگز ہرگز نہ لکھیں جائیں۔ یہ تسلیم ہے کہ زمانہ حاضرہ میں مبالغۂ بیجا کا رواج خوب عام ہے۔ آپ اس مبالغۂ ضالہ سے پرہیز کریں۔ مولائے کریم جل شانہ آپ کو زمانۂ حاضرہ کی بدعت سیئہ سے بچائے آمین۔

اسی طرح سے راقم بھی ۱۴۰۸ھ میں حضرت علامہ مبین الدین صاحب قبلہ امروہی علیہ الرحمہ کے وصال کی خبر پا کر حضور والا کی خدمت میں ایک عریضہ روانہ کیا تھا اور اس میں لکھا تھا ''حضرت علامہ امروہی علیہ الرحمہ کی وصال کی خبر سن کر مجھے شدید صدمہ پہونچا'' خط وصول فرمانے کے بعد حضور بدر ملت نے اس خط کو اپنے ڈیکس میں محفوظ فرمالیا، چند مہینے کے بعد مدرسہ غوثیہ کے جلسہ کے موقع پر جب وہاں حاضر ہوا تو بعد نماز ظہر مسجد غوثیہ میں حضرت قبلہ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ سلام ومصافحہ کے بعد حضرت نے خیریت معلوم فرمائی۔ اس کے بعد آپ کے ساتھ ہی ساتھ درس گاہ میں آ گیا۔ جلسہ کے موقع پر دور دراز مقام سے آئے ہوئے مہمانوں میں سے بھی کچھ حضرات آپ کے حجرہ شریف میں داخل ہو کر بیٹھ گئے، انہیں میں چھپرہ کے رہنے والے ایک ہمارے پیر بھائی جناب حافظ غلام مرتضیٰ صاحب رضوی بھی موجود تھے۔ اس موقع پر حضرت قبلہ نے ڈیکس سے ایک خط نکالا اور میری جانب بڑھایا اور فرمایا دیکھئے کیا یہ آپ کی تحریر ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں! یہ میری ہی تحریر ہے۔ پھر ایک جملے کی جانب اشارہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا اس جملے کو پڑھیئے، میں نے تعمیل حکم ادا کرتے ہوئے پڑھا ''حضرت علامہ امروہوی صاحب کے وصال کی خبر سن کر مجھے شدید صدمہ پہونچا'' اس کے بعد حضرت نے فرمایا، اب رک جایئے اور مجھے بتایئے کہ صدمہ کی تعریف کیا ہے؟ آپ کے اس سوال پر میں نے سکوت اختیار کیا اور سر جھکائے بیٹھا رہا، اس کے بعد آپ نے فرمایا، اب مجھ ہی کو بتانا پڑے گا۔ لیجئے سب لوگ سنئے۔ جب انسان کو کوئی تکلیف پہونچتی ہے تو اسے رنج کہا

جاتا ہے اور جب اس کے آگے بڑھ کر غیر معمولی اضافہ ہوجاتا ہے تو اسے غم کہا جاتا ہے اور غم میں بہت زیادہ اضافہ ہوجاتا ہے تو اسے صدمہ کہا جاتا ہے۔ یعنی صدمہ کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ آدمی ہوش کھو دیتا ہے تو بتائیے کی شدید صدمہ کی صورت میں آدمی کا حال کیا ہوگا اب آپ اندازہ لگائیں اگر واقعی مذکورہ کیفیت پیدا ہوگئی تھی تو آپ کا یہ لکھنا بجا ہے اور اگر نہیں تو آپ شرعی گرفت میں ہیں اور اس کا پتہ آپ کو بھی نہیں ہے۔

فقیر قادری نے عرض کیا: حضور والا! مندرجہ بالا کیفیت کا تو مجھے خیال بھی نہیں گزرا تھا، اس پر آپ نے ارشاد فرمایا، پھر آپ نے ایسا کیوں لکھا؟ اس کے بعد آپ نے بڑی نرمی، متانت اور محبت سے مثال دے دے کر جملہ حاضرین کو نصیحت فرمائی اور فرمایا کہ آج کل مبالغۂ ضالہ کا رواج بہت عام ہوتا جارہا ہے۔ اخبار والے، رسالے والے، اسلامی انجمن اور مدرسے والے جب کبھی کسی کے انتقال کی خبر سنتے ہیں، تعزیت کے لیے جاتے ہیں، تعزیت نامہ بھیجتے ہیں تو کہتے اور لکھتے ہیں کہ ہم بھی آپ کے غم میں برابر کے شریک ہیں، حالانکہ میت کے گھر والے کے مقابلہ میں ان کی کیفیت ویسی نہیں ہوتی۔ الا ماشاء اللہ

اسی طرح حضرت فرمایا کرتے تھے، مذہبی جلسے میں جو اناؤنسر مدعو کیا جاتا ہے، اس کا حال تو بہت ہی زیادہ بگڑتا جارہا ہے، اراکین جلسہ وغیرہ کو خوش کرنے کے لیے مبالغہ آرائی کی حد پھلانگنے میں وہ ذرہ برابر ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتا۔ اور بارگاہ الٰہی کا مجرم ہوجاتا ہے۔

لہٰذا آئندہ زبان اور قلم کو قابو میں رکھنے کی ہر ممکن کوشش کیجئے، سرکار اعظم پیارے مصطفی علیہ التحیۃ والثناء کا فرمان عالی شان ہے کہ میرے جس امتی نے اپنی زبان و شرم گاہ کو قابو میں رکھا تو قیامت کے روز میں اس کی شفاعت کا ضامن ہوں۔

لہٰذا آزاد خیال لوگوں کی روش اختیار نہ کیجئے اور ہر جگہ اللہ ورسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان کو یاد رکھیے۔

آپ علیہ الرحمہ کی اس نشان دہی سے کئی فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ تو یہ ہوا کہ میں نے زندگی بھر بیجا مبالغہ آرائی سے بچنے کا عہد کرلیا، دوسرا فائدہ حاضرین کو اس

اہم امر سے آگاہی ہوگئی اور تیسرا فائدہ بہتوں کو بحمدہ تعالیٰ بے جا مبالغہ آرائی سے بچنے کی تلقین کی اور ان شاء اللہ تعالیٰ یہ سلسلہ زندگی بھر جاری رہے گا۔ سچ کہا ہے کسی نے

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے

حضور والا کی تحریروں اور باتوں میں تاثیر کے سلسلے میں سعید نوری صاحب جنرل سکریڑی رضا اکیڈمی ممبئی نے بھی ایک ''تاثر'' میں تحریر کیا ہے کہ ''حضور بدر ملت کی تحریر پڑھنے سے خوف خدا تصلب فی الدین، اتباع شریعت اور بزرگوں سے عقیدت واحترام کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔'' اور یہی اصل دین داری ہے، مولیٰ تبارک وتعالیٰ ہم سبھوں کو مسلک رضویت پر استقامت عطا فرمائے ، اور اسی مسلک حق پر قائم رہ کر خاتمہ بالخیر نصیب فرمائے۔ آمین

آپ کے چھوٹے بھائی حضرت علامہ حکیم ابوالبرکات مفتی محمد نعیم الدین صدیقی قادری برکاتی قدس سرہٗ آپ کی تعزیتی منقبت میں یوں تحریر فرماتے ہیں ؂

جن کے وعظ و پند میں تھا جذبۂ احیائے حق
وہ حیات قوم و ملت ہم سے رخصت ہوگئے
جن کا فتویٰ اور تقویٰ واجب تقلید ہے
آہ وہ زیب امامت ہم سے رخصت ہوگئے
اے نعیمؔ قادری! کہہ دے یہ تاریخ وصال
وہ معظم تھے باعظمت ہم سے رخصت ہوگئے

تیسرا واقعہ

غیر ذمہ دار مقررین اور شعراء کی مبالغہ آرائی بالخصوص لفظ ''مُنَوَّر و مُجَلّٰی'' کے متعلق حضور بدر ملت کی ایمان افروز ہدایت

از حضرت مولانا محمد یونس خان صاحب نوری خطیب وامام سنی مدینہ مسجد ۲۵ رنمبر گو

ونڈی بمبی ۴۳ آپ نے راقم فقیر قادری سے بیان کیا کہ غالباً ۱۴۰۴ھ بمطابق ۱۹۸۴ء میں جب میں حضور بدر ملت علیہ الرحمۃ کے زیر سایہ مدرسہ غوثیہ بڑھیا ضلع بستی (یو پی) میں علم دین حاصل کر رہا تھا انہیں دنوں میں ایک روز حضور والا کے ہمراہ مدرسہ سے قریب ہی ایک گاؤں بھگوت پور میں محفل میلاد شریف میں جانا ہوا۔ اور وہاں تھوڑی دیر محفل میں بیان کرنے کا موقع بھی میسر ہوا جب میں تقریر کر رہا تھا قریب ہی کے ایک کمرے میں حضور بدر ملت تشریف فرما تھے۔ اور ہماری تقریر سماعت کر رہے تھے میں نے اپنی تقریر ختم کرنے کے بعد اپنے ایک ساتھی حافظ و قاری ذاکر القادری بہرائچی کا اعلان کرتے ہوئے یہ کہا کہ اب میری تقریر کے بعد حافظ ذاکر صاحب اپنی تقریر سے آپ حضرات کے قلوب کو منور و مجلی فرمائیں گے۔ یہ کہہ کر میں بیٹھ گیا۔ پھر میرے بعد حافظ صاحب نے اپنا بیان شروع کیا اور حافظ صاحب کی تقریر ختم ہونے کے بعد اخیر میں حضرت قبلہ تشریف لائے اور اپنا بیان شروع کرنے سے پہلے اہل محفل سے آپ نے پوچھا کہ اے لوگو ابھی حافظ یونس صاحب نوری نے اعلان کیا کہ حافظ ذاکر صاحب اپنی تقریر سے آپ حضرات کے قلوب کو منور و مجلی فرمائیں گے۔ تو کیا آپ لوگوں کے قلوب حافظ صاحب کی تقریر سے منور و مجلی ہو گئے؟ اس ارشاد پر حاضرین محفل خاموش رہے۔ پھر حضرت نے اپنا رخ مجھ فقیر نوری کی جانب کیا اور فرمایا کہ اگر آپ لوگوں کے قلوب منور و مجلی نہیں ہوئے مگر نوری صاحب کا دل تو ضرور ہی روشن ہو گیا ہوگا۔ اس لیے کہ انہوں ہی نے یہ اعلان کیا تھا۔ بہر حال حضرت نے جم کر میری کھنچائی کی۔ میں سر جھکائے شرمندہ بیٹھا رہا۔ محفل میلاد شریف ختم ہو گئی۔ اس محفل میں ایک نئے طالب علم جن کا نام سید سراج صاحب تھا جو اسکول سے پڑھ کر حضرت کی خدمت میں حصول علم دین کے لیے آئے تھے وہ بھی شریک تھے۔ انہیں منور و مجلی'' والی بات سمجھ میں نہ آئی۔ محفل پاک کے اختتام کے بعد حضرت کے ہمراہ ہم لوگ جب مدرسہ غوثیہ کے لیے پیدل چل پڑے تو راستے میں سید صاحب سے رہا نہیں گیا اور انہوں نے حضرت سے پوچھ ہی لیا کہ حضور یہ ''منور اور مجلی''

کیا ہوتا ہے؟ حضرت نے فرمایا آپ گھبرائیں نہیں مدرسہ پہونچنے کے بعد آپ کو بتا دیا جائے گا۔ جب حضرت مدرسہ پہنچے اور آپ نے اپنے کمرے کا دروازہ کھلوایا اس کے بعد اندر تشریف لے گئے اور لائٹ جلائی کمرہ روشن ہوگیا۔ حضرت نے فرمایا، یہ ہے ''منوّر و مجلّی'' کا مطلب اور اس کے بعد لائیٹ بجھادی اور فرمایا یہ منو و مجلی نہیں ہے۔ اور اس کے بعد حضرت نے سید صاحب سے دریافت کیا کہ کیا حافظ ذاکر صاحب کی تقریر ایسی ہوئی تھی جیسا کہ حافظ نوری صاحب نے اعلان کیا تھا۔ اس پر سید صاحب نے جواباً عرض کیا کہ حضور ہماری سمجھ سے ایسی تقریر تو نہیں ہوئی تھی۔ اس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ کتنا بڑا جھوٹ ہے وہ بھی ممبر رسول پر ذرا غور کیجئے کس قدر تاریکی ہے۔

نوری صاحب کا بیان ہے اس کے بعد بھی ایک ہفتے تک درسگاہ میں مجھے سرزنش فرماتے رہے۔ جس کا فائدہ مجھے یہ ہوا کہ آج میری عمر تقریباً ۵۹ر سال کی ہوگئی ہے اس عرصہ میں فقیر نے کسی مقرر کے لیے اس لفظ کا استعمال نہیں کیا اور دوسروں کو منع کرنے کے ساتھ اس قسم کے مبالغہ آرائی اور جھوٹ سے بچنے کی تاکید و تلقین کرتا رہا۔

چوتھا واقعہ

از: محبّ گرامی حضرت مولانا فخر الدین احمد صاحب قبلہ، ناظم اعلیٰ و سربراہ اعلیٰ جامعہ جوار الفاطمہ، ناگ پور، مہاراشٹر نے مجھ سے بیان کیا کہ میں ۱۴۰۲ھ مطابق ۱۹۸۳ء جس زمانے میں دارالعلوم فیض الرسول میں زیر تعلیم تھا۔ ان ایّام میں وقتاً فوقتاً تعطیل کے موقع پر حضور بدرِ ملت سے ملاقات و زیارت اور ان سے فیض حاصل کرنے کے لیے مدرسہ غوثیہ بڑھیا جایا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ ایسے موقع پر میری وہاں حاضری ہوئی کہ شب میں جلسۂ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم منعقد کی تیاری میں لوگ مصروف تھے۔ بعد نمازِ عشاء جلسہ پاک کی کارروائی شروع ہوئی اور اس محفل میں مجھے بھی شریک ہونے کا موقع میسّر آیا۔ بفضلہ تعالیٰ میں شریک جلسہ تھا اور میرے ایک سینئر ساتھی مولانا مجاہد حسین

صاحب اس جلسے کی نقابت فرمارہے تھے۔محفل پاک کے اختتام سے قبل جیسے ہی حضور بدرِملت علیہ الرحمہ کی آمد منبر رسول پر ہوئی،تو اناؤنسر صاحب نے استقبالیہ نعرہ لگواتے ہوئے حضرت قبلہ کو''اُستاذ العلماء'' کے لقب سے مُلقّب کیا۔اس پر آپ نے ارشاد فرمایا: بیٹا! بے سمجھے بوجھے کسی کو القاب بھاری بھر کم نہیں دینا چاہیے۔اس پر نقیب صاحب نے جواباً عرض کیا کہ حضور! یہ توصحیح لقب ہے۔آخر حضور والا کو ہم لوگ کیا کہیں؟اور کچھ نہیں تو ہم لوگ کے اُستاذ تو آپ ہے ہی ہیں،اس سے کسے انکار ہوسکتا ہے۔

نقیب صاحب کے اس جملے کو سماعت فرمانے کے بعد حضرت علیہ الرحمہ نے جو ارشاد فرمایا، اسے دورِ حاضر کے فارغ شدگان کو بغور سننے کی ضرورت ہے۔آپ نے فرمایا: اَللّٰہُ غَنِی آپ لوگ اپنے آپ کو عالم سمجھتے ہیں۔ابھی تو آپ لوگ علم کی پہلی سیڑھی پر بھی نہیں پہنچے ہیں۔ یہ باتیں آج سے تقریباً ۴۴۔۴۵ رسال قبل کی ہیں۔اُس زمانے میں باضابطہ درسِ نظامی کی کتابیں پڑھی پڑھائی جاتی تھیں۔حضرت کے اس فرمان کی روشنی میں اندازہ لگائیں کہ اُس زمانے کے فارغ شدگان کے متعلق حضور والا کا جب یہ نظریہ تھا تو آج کے اکثر موبائل اور انٹرنیٹ میں گم رہنے والے فارغ شدگان مولویوں کی کیا پوزیشن ہوگی۔

ایک شبہہ: یہاں پر اس طرح کا شبہ کچھ لوگوں کے ذہن میں پیدا ہوسکتا ہے کہ حضور بدرِ ملت نے آخر مکمل درسِ نظامی کے نصاب و درسیات کو پورا کرنے والے کو عالم نہیں فرمایا۔

اس کا ازالہ: میرے دینی بھائیو!اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ حضور بدرِملت تعلیماتِ اعلیٰ حضرت کے سچے شیدائی وفدائی تھے اور زندگی بھر مسلکِ رضا کی ترویج واشاعت میں ہمہ تن مصروف رہے۔لہٰذا اس سلسلے میں فقیر قادری سے حوالہ ملاحظہ کریں۔

امام عشق و محبت سرکارِ اعلیٰ حضرت نے فتاویٰ رضویہ، جلد اوّل کے خطبہ میں اپنی ذات کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ

''کبھی میرے دل میں یہ خطرہ نہ گزرا کہ میں عالم ہوں یا فقہا کے گروہ سے ہوں یا

اماموں کے مقابل مجھ کو کوئی لفظ کہنا پہنچتا ہے۔'' (فتاویٰ رضویہ، قدیم، ج:۱،ص ۳)

قارئین! اندازہ لگائیں کہ امام اہلِ سنّت صرف علّامہ ہی نہیں بلکہ علامہ دہر تھے۔ جنھوں نے صرف ایک یا دو ہی علوم وفنون نہیں حاصل کیے تھے بلکہ آپ کو پچاسوں سے زائد علوم وفنون پر کامل عبور حاصل تھا۔ مگر اپنے متعلق کیا تحریر فرمارہے ہیں کہ کبھی میرے دل میں خطرہ نہ گزرا کہ میں عالم ہوں یا فقہا کے گروہ سے ہوں۔'' یہاں پر ذہن پر زور دے کر سرکار اعلیٰ حضرت کے مذکورہ بالا قیمتی تحریر کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ کہ ہونا اور بات ہے اور اپنے آپ کو سمجھ لینا اور بات ہے۔ حضور بدرِملت علیہ الرحمہ کا بھی یہی موقف ہے کہ ہمارے اسلاف سب کچھ ہوتے تھے مگر انھیں اپنے دل میں ہمہ دانی کا خطرہ بھی نہیں گزرتا تھا اور آج زبان اور قلم کی آوارگی اس قدر عام ہوتی جارہی ہے کہ القابات ہمارے یہاں بے معنی ہورہے ہیں۔ لفظوں کی معنویت کھودی جارہی ہے۔ ناخواندہ کو مولوی، مولوی کو علامہ فہّامہ، نماز وروزہ کے نامکمل مسائل جاننے والے کو مفتی وفقیہ، چند شمارے نکالنے والے کو صحافی، مخصوص عنوان پر دو چند مضامین لکھنے والوں کو ماہر ادیب، نعت خواں کو شاعر اور بیساکھیوں کے سہارے شعر کہنے والوں کو اُستاذ الشعرا کہا اور اعلان کیا جارہا ہے۔ کہاں کہاں کا رونا رویا جائے۔ اگر یہی حال رہا تو کچھ دنوں کے بعد القابات کے صحیح حقدار بھی شبہات کے دائرے میں ہوں گے۔

اسی طرح کا ایک دوسرا واقعہ حضور بدرِملت کے متعلق حضرت مولانا نظام الدین صاحب رضوی علیہ الرحمہ، سابق اُستاذ دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف کے قلم سے ملاحظہ فرمائیں۔

آپ تحریر کرتے ہیں:

''آج بھاری بھرکم آداب والقاب سے خوش ہونے کا دور ہے۔ اس طرح کے الفاظ اپنے صحیح معانی کی تلاش میں نہ جانے کہاں کہاں بھٹکتے پھر رہے ہیں۔ مگر مجھے خوب یاد ہے کہ ایک جلسہ، جس میں حضرت بدرِملت علیہ الرحم کے علاوہ نامور خطبا رونق منبر

تھے۔ میں بحیثیت سامع شریک محفل تھا۔ ناظم اجلاس نے حضرت بدرِملت علیہ الرحمہ کے نام کا اعلان کرتے ہوئے شیخ القرآن کہہ دیا۔ مروّجہ استقبالیہ نعرے کے بعد بھی حضرت قبلہ اپنی جگہ بیٹھے رہے۔ کسی نے قریب جاکر عرض کیا: حضور! آپ کا اعلان ہوا ہے۔ فرمایا نہیں تو۔ یہ تو شیخ القرآن کا اعلان ہوا ہے۔ جو صاحب شیخ القرآن ہوں، وہ چلیں اور تقریر فرمائیں۔ جب بتایا گیا کہ حضور! آپ ہی کا اعلان ہوا ہے۔ تو سخت برہم ہوئے۔ فرمانے لگے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔ اتنی بڑی دھاندلی جس کو چاہا شیخ القرآن کہہ دیا۔ کہا میں شیخ القرآن نہیں ہوں۔ شیخ القرآن سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ ناظم سے فرمایا: رجوع کرو۔ تو انھوں نے رجوع کرنے کے بعد دوبارہ اعلان کیا تو جَلَالَۃُ الْعِلْمِ کہہ دیا۔ تو فرمانے لگے: عجیب حال ہے کہ تاڑ سے گرا تو کھجور میں اٹک گیا۔ میرے اُستاذ کے لیے یہ لفظ بہت مشہور ہے۔ میں اس لقب کو اپنے لیے گوارا نہیں کرسکتا۔ پھر رجوع کرایا۔ اس کے بعد آپ کا بیان ہوا۔‘‘

(معارفِ بدرالعلماء، ص:۲۴۵)

دورِحاضر میں مذکورہ بالا واقعہ کا دوسرا پہلو بھی ملاحظہ کرتے ہوئے چلیں۔ ماضی میں ہمارے اسلاف کرام اور باعمل علما، مشائخ، خطبا یا واعظین وغیرہ کے احوال وکوائف تو یہ تھے کہ جب انھیں کوئی بھاری بھرکم القابات سے نوازا جاتا تو انھیں تکلیف محسوس ہوتی اور وہ حضرات سخت برہمی اور ناراضگی کا اظہار کیا کرتے تھے۔ مگر آج دورِحاضر میں اکثر علما، مشائخ، خطبا اور پیر کہلانے والوں کے افکار ونظریات یہ ہوگئے ہیں کہ جب تک انھیں لمبے چوڑے آداب والقابات سے پوسٹر یا منبر پر یاد نہ کیا جائے، تو شدید ناراضگی اور برہمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں اور بعض لوگوں کے تو چہرے کا جغرافیہ ہی بدل جاتا ہے۔ بلکہ یہاں تک سننے میں بات آرہی ہے کہ منبر رسول ہی پر دست بہ گریباں ہوجاتے ہیں۔ ایسے ہی دنیا دار قسم کے رہنماؤں کے متعلق بہت پہلے حضور شیخ سعدی شیرازی علیہ الرحمۃ والرضوان نقشہ کھینچتے ہوئے اپنی کتاب ’’گلستاں‘‘ میں تحریر فرمادیا تھا ؎

پیرے کہ کامرانی و تن پروری کند
او خویشتن گم است کرا رہبری کند

یعنی ایسا پیر جو مقصد برآری اور تن پروری میں لگا رہتا ہے، وہ خود بھٹکا ہوا ہے، بھلا وہ دوسروں کی کیا رہبری کرے گا۔

دوسری ضروری اور اہم بات دیکھنے میں یہ آرہی ہے کہ آج کے اس پُرفتن اور پُرآشوب دور میں وہابیت، دیوبندیت، تبلیغیت، مودودیت، ندویت، رافضیت، خارجیت، شیعی مولائیت اور صلح کلّیت وغیرہ فتنے کا کس قدر زور بڑھتا جارہا ہے اور بدعقیدگی و بے دینی کس قدر عروج پر ہے جو اہلِ علم اور صاحبِ فہم پر مخفی نہیں ہے۔۔۔ایسے پُرخطر ماحول میں ہمارے دینی رہنماؤں کی جو ذمّے داریاں ہیں انھیں وہ حضرات نسیاً منسیاً بلکہ بالکل فراموش کیے بیٹھے ہیں۔ وہ اہم امر اور ذمّے داری کیا ہے؟ اسے حضور بدرِ ملت علیہ الرحمہ کی تحریر پُرتنویر کی روشنی میں ملاحظہ کریں اور عملی جامہ پہنانے کی کوشش کریں۔

''یہ بالکل کھلی بات ہے کہ مذہبی درس گاہوں کے قیام کا منشا اور تفسیر وحدیث کلام و فقہ کے درس و تدریس کا مقصد مسلمانوں کو اعتقادی گمراہی سے بچانا اور ان کو راہ شرع پر چلانا ہے۔ تبلیغی جلسوں میں مدعو کیے جانے والے علما سے قرآن وحدیث کا یہی مطالبہ ہے کہ مسلمانوں کی رہ نمائی کا فریضہ انجام دو۔ اسلامی تعلیمات کی یہی پکار ہے کہ واعظین کرام وخطباء اسلام وقت کے بدترین فتنوں سے مسلمانوں کو بچائیں دین کے چھپے دشمن بارگاہ رسالت کے گستاخ بگلا بھگتوں سے مسلمانوں کو ہوشیار اور چوکنا رکھیں یہ کون نہیں جانتا کہ عہد حاضر میں سنی مسلمانوں کے دین وایمان کا سب سے بڑا جان لیوا دشمن وہابیت کا فتنہ ہے۔ آج بہت سے شہروں، قصبوں، دیہاتوں میں عام طور سے سنی مسلمانوں کا کثیر سادہ لوح طبقہ وہابی امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہے۔ وہابی مولویوں سے اپنے ننھے منے بچوں کو مذہبی تعلیم دلوا رہا ہے وہابیوں کی بیٹیاں لاکر ان کو اپنی بہو بنا رہا ہے اور اپنی لڑکیاں وہابیوں سے بیاہ کر انھیں اپنا داماد قرار دیتا ہے۔ ان باتوں کا نتیجہ یہ ہے کہ دینی دنیوی

رشتوں کی ان زنجیروں میں جکڑ کر اچھا خاصہ سنی مسلمان چند دنوں میں وہابی شیطان بن جاتا ہے۔معاذ اللہ رب العلمین

سرکار اعظم ہادی عالم پیارے مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو ہدایت کر دی تھی:

فَاِیَّاکُمْ وَاِیَّاھُمْ لَا یُضِلُّوْنَکُمْ وَلَا یُفْتِنُوْنَکُمْ۔(مسلم شریف ج ۱ ص ۱۰)

اے مسلمانو! تم لوگ بد مذہبوں سے دور رہنا اور اپنے کو ان سے الگ رکھنا کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تمہیں گمراہ کر دیں کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہیں بد عقیدہ بنا دیں۔سبحان اللہ دین و اسلام ایمان و سنیت بچانے کے سلسلے میں سرکار مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسی ٹھوس تعلیم دی تھی جس پر عمل نہ ہونے کی وجہ سے آج سیکڑوں سنی مسلمان گمراہ اور بد عقیدہ ہو گئے اور معاذ اللہ ہوتے جا رہے ہیں۔لیکن یاد رہے کہ عوام مسلمانوں کے بد عقیدہ بن جانے کا وبال واعظین ومقررین علما اور پیروں پر ہے جو شنوائی، گویائی، بینائی، کی طاقت رکھنے کے باوجود بد مذہبوں کی نشاندہی کرنے اور ان کے متعلق حکم شرعی سنانے کے بارے میں صُمٌّ بُکْمٌ عُمْیٌ بہرے گونگے اندھے بنے ہوئے ہیں۔خانقاہوں کے پیران کرام، درگاہوں کے سجادہ نشین، تعلیم گاہوں کے علماء عظام، دار العلوم اور جامعہ کے ساحر البیان واعظین، تبلیغی جلسوں میں مدعو کیے جانے والے مقررین اگر عام مسلمانوں کو وہابیت کی گمراہی اور بے دینی سے آگاہ کیے ہوتے اور وہابیوں کے بارے میں حکم شرعی سناتے رہتے کہ وہابیوں کے پیچھے نماز باطل ہے وہابیوں سے شادی بیاہ کا رشتہ قائم کرنا حرام ہے، وہابیوں سے اپنے بچوں کو تعلیم دلوانا جائز نہیں تو آج وہابیت کا یہ خونخوار بھیڑیا دن دہاڑے سنیت کا خون چوسنے نہ پاتا اور پیارے مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی سادہ لوح بھیڑیں اپنا ایمان وعقیدہ بگاڑ کر ہلاک نہ ہوتیں مگر افسوس ہزار افسوس کہ دور حاضر میں آنکھوں دیکھتے سنیت کی عمارت ڈھائی جا رہی ہے مصطفی پیارے صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری بھیڑیں وہابیت کا شکار ہوتی جا رہی ہیں لیکن جھوٹی بناوٹی من گڑھت مصلحتیں ہیں جو شعلے بار دھواں دھار، ساحر البیان علما اور خطبا مقررین وواعظین مشائخ و پیر زبانوں پر تالا لگائے ہیں۔فَاِلَی

اللہِ تَعَالٰی الْمُشْتَکٰی۔ سرکار مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: اَتَرْعَوْنَ عَنْ ذِکْرِ الْفَاجِرِ مَتٰی یَعْرِفُہٗ النَّاسُ؟ اُذْکُرُوا الْفَاجِرَ بِمَا فِیْہِ یَحْذَرُ النَّاسَ۔ (حسام الحرمین ص ۱۶۲ و فتاویٰ رضویہ، ج ۳، ص ۲۵۱) یعنی کیا تم بدکار کی بُرائیاں کرنے سے کتراتے ہو لوگ اسے کب پہچانیں گے؟ بدکار کی برائیاں بیان کرو کہ لوگ اس سے بچیں۔

(رواہ ابن ابی الدنیا الشیرازی ابن عدی والطبرانی والبیہقی والخطیب)

جب سرکار مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے مطابق بالا علان فسق و فجور کرنے والے مسلمان کی برائیاں بیان کرنا واجب ہے تو کیا شان رسالت میں کھلے عام گستاخی کرنے والے بے دین وہابیوں کی برائی آشکارا کرنا، ان کے کفری عقیدوں کی مذمت کرنا فرض نہیں؟ ضرور اور قطعی ہے۔ ہاں یہ اور بات کہ دور حاضر کے فَصِیْحُ الْبَیَان، طَلِیْقُ اللِّسَان مقررین میں اکثر و بیشتر حضرات جان بوجھ کر اس فرض کی ادائیگی سے کتراتے ہیں کیونکہ انہیں اندیشہ ہے جب ہم وہابیوں کے نام لیں گے اور ان کے متعلق شرعی احکام بیان کریں گے تو ہمارے دھندے کا بازار ٹھنڈا پڑ جائے گا۔ مکہ معظّمہ کے مفتی حنفیہ حضرت سیدی صالح کمال رضی اللہ تعالی عنہ وہابیوں وغیرہ بد دینوں کے بارے تحریر فرماتے ہیں: یُجِبُ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ التَّحْذِیْرُ مِنْھُمْ وَالتَّنْفِیْرُ عَنْھُمْ ذَمُّ طَرِیْقَتِھِمِ الْفَاسِدَۃِ وَ آرَائِھِمِ الْکَاسِدَۃِ وَ اِھَانَتُھُمْ لِکُلِّ مَجْلِسٍ وَاجِبَۃٌ وَھَتَكُ السَّتْرِیْ عَنْھُمْ مِنَ الْاُمُوْرِ الصَّائِبَۃِ۔ یعنی ہر مسلمان (باثر واقف کار) پر واجب ہے کہ (دوسروں کو) وہابیوں وغیرہ بیدینوں سے ڈرائے اور ان سے (لوگوں کو) نفرت دلائے اور ان کے غلط طریقہ اور باطل خیالات کی برائی بیان کرے ہر مجلس میں بیدینوں کو ذلیل کرنا لازم ہے اور ان کا پردہ چاک کرنا امور صواب میں سے ہے۔ (حسام الحرمین ص ۱۲۲)

ضرت علامہ سعد الدین تفتازانی علیہ الرحمۃ والرضوان شرح مقاصد میں تحریر فرماتے ہیں: "حُکْمُ الْمُبْتَدِعِ اَلْبُغْضُ وَالْعَدَاوَۃُ وَالْاَعْرَاضُ عَنْہُ

وَالطَّعْنُ وَاللَّعْنُ"

بدمذہب بدعقیدہ کے بارے میں شریعت کا حکم یہ ہے کہ اس سے عداوت و دشمنی رکھی جائے اس کو دیکھ کر چہرا پھیر لیا جائے اور اسے برا بھلا کہا جائے نیز اس پر تھڑ تھڑی کی جائے۔ (المعتقد المنتقد ص ۲۳۴) اللہ اکبر! اسلاف کرام کے ارشادات تو یہ ہیں لیکن ہمارے موجودہ بہت سے علما اور راہنماؤں کا حال یہ ہے کہ ان کے وعظ و بیان میں موجودہ زمانہ کے بدعقیدہ فرقہ مثلاً وہابی، دیوبندی کا لفظ تک نہیں آنے پاتا، چہ جائے کہ بدمذہبوں اور وہابیوں کے بارے میں حکم شرعی سنانا، اس پر عمل کرنے کی ترغیب دینا۔ غضب کی بات تو یہ ہے کہ بعض مدارس عربیہ کے جاہل اراکین جب تبلیغی جلسہ کرتے ہیں تو اپنے مدعوکردہ علما و مقررین کو ہدایت کر دیتے ہیں کہ آپ لوگ اپنی تقریر میں وہابیوں کا نام نہ لیں گے اور نہ ہی اُن کے خلاف کچھ بولیں گے اور اس سے بڑھ کر غضب کی بات یہ ہے کہ تبلیغ دین کے نام پر آئے ہوئے علما و خطبا اِن آزاد خیال دہریے جاہل اراکین کی ہدایت کے سامنے سر اطاعت خم رکھتے ہیں۔ اَعَاذَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی مِنْ ذَالِکَ۔

حاصل گفتگو یہ ہے کہ سرکار مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و عظمت کے جاں نثار علما اور وفادار خطبا کا اہم فریضہ ہے کہ موجودہ دور کے بدعقیدگی، آزاد خیالی، بے دینی بالخصوص وہابیت، دیوبندیت، صلح کلّیت کے فتنوں سے مسلمانوں کو بچائیں یعنی وعظ و تقریر کے جلسوں میں مسلمانوں کو صاف صاف بتائیں کہ وہابی بارگاہ رسالت کے گستاخ اور سنّیت کے دشمن ہیں۔ وہابی کی امامت باطل ہے۔ وہابی امام کے پیچھے نماز نہیں ہوتی وہابیوں سے شادی بیاہ کا رشتہ قائم کرنا حرام ہے اور دین کے حق میں زہر قاتل ہے وہابی دیوبندی پیر سے مرید ہونا حرام اور باطل ہے وہابی مولوی اگر میلاد شریف پڑھنے اور قیام تعظیمی کرنے پر تیار ہو جائے تب بھی اسے منبر پر جگہ دینا، اس سے تقریر کروانا حرام و ناجائز۔

یا اللہ یا رحمن یا رحیم! تو ہمیں اور ہمارے علما و خطبا کو اہلِ سنت کی سچی خدمت اور

صلح کلّیت ، وہابیت کے ٹھوس تردید کی توفیق عطا فرما۔ آمین آمین یَا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ بِجَاہِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلَیْہِمْ وَآلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَابْنِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ اَبَداً۔

(مضامینِ بدرِ ملت، ص: ۷۴)

پانچواں واقعہ

از: عالی جناب منشی دوست محمد صاحب یار علوی مرحوم آبانی، وطن مقام پیری علاقہ بھانبھر، ضلع بلرام پور، (یوپی)

راوی موصوف محبّ گرامی حضرت مولانا مفتی غلام محی الدین صاحب رضوی گونڈوی ثم بہرائچی علیہ الرحمۃ والرضوان کے والد بزرگوار، حضور شاہ صاحب قبلہ بانی فیض الرسول براؤں شریف کے چہیتے مرید اور حضور بدرِ ملت کے حد درجہ معتقد اور علمائے دین سے محبت رکھنے والے تھے۔ موصوف کی دین داری اور عقیدہ و مسلک میں تصلّب وغیرہ خوبیوں کی وجہ سے مجھے بھی ان سے بڑی محبت تھی۔ جب کبھی ملاقات ہوتی اپنے پیرو مرشد اور علمائے کرام سے جو باتیں سن رکھی تھیں اُنھیں من وعن سنایا کرتے تھے۔ ان کی یادداشت بہت مضبوط تھی۔ موصوف کو انتقال کیے ہوئے تقریبا ۱۶۔ ۱۷ ر سال گزر گئے۔ مولیٰ تبارک وتعالیٰ ان کی قبر پر تا قیامت رحمت کی بارش برسائے اور انھیں کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین

ایک مرتبہ حضور بدر العلماء کے متعلق موصوف نے سنایا کہ مقام بہوتی، علاقہ بھانبھر کے مسلمانوں نے ایک جلسے کے موقع پر آپ کو مدعو کیا۔ بفضلہٖ تعالیٰ اس جلسے میں شرکت کے لیے قبل از وقت ہی حضور والا تشریف لے آئے۔ بعد نمازِ عشاء محفل کی کارروائی شروع ہوئی اور اناؤنسر صاحب نے کچھ اس طرح اعلان کرنا شروع کیا۔ بادۂ توحید کے متوالو! شمع رسالت کے پروانو! غوث وخواجہ کے دیوانو! جلسے کی کارروائی باضابطہ طریقے سے شروع ہو چکی ہے۔ آپ حضرات زیادہ سے زیادہ تعداد میں شرکت فرما کر جلسے کو کامیاب بنائیں۔

حضور بدرِملت علیہ الرحمہ بھی اپنی قیام گاہ پر ہی مسلمانوں کو دینی باتیں سنا رہے تھے کہ اچانک منبرِ رسول سے اناؤنسر صاحب کی آواز آپ کے کانوں سے ٹکرائی۔ اس طرح کے اعلان سے حضرت بہت کڑھا کرتے تھے۔ آپ سے رہا نہیں گیا۔ اور اسی وقت اپنی قیام گاہ سے چل کر منبر رسول پر پہنچ گئے اور نقیب صاحب سے مائک اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اور فرمایا کہ آج چودہ صدی کے کلمہ پڑھنے والے عوام الناس جو دین کی باتوں سے کوسوں دور ہیں، ان میں اکثر عقائد دینیہ اور مسائل شرعیہ سے بے خبر اور طرح طرح کے فسق و فجور میں گرفتار، ہمارا سچا مذہب اسلام جو پورا پورا حقوق و فرائض کا مجموعہ ہے، جس سے اکثر لوگ نابلد ہیں اور آپ جناب ایسے افراد کو بادۂ توحید کے متوالو! شمع رسالت کے پروانو! اور غوث و خواجہ کے دیوانو! جیسے القابات سے نواز رہے ہیں۔ اتنا بڑا جھوٹ! وہ بھی منبر رسول سے! کس قدر اندھیرا اور کس قدر تاریکی ہے۔ مولیٰ تبارک صحیح سمجھ عطا فرمائے۔

آیئے ہم سے سنیے! کہ بادۂ توحید کے متوالے اور شمع رسالت کے پروانے کیسے خوش نصیب افراد ہوا کرتے تھے؟

وہ خوش نصیب خاتون جب انھیں جنگ اُحد کے موقع پر جانِ عالم ہم سب کے آقا و مولیٰ سرکار مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے دندان مبارک شہید ہونے کی خبر پہنچی تو وہ بے قرار ہوگئیں۔ اور حضور کی محبت میں جنگ اُحد کے میدان کی طرف بے تحاشا دوڑتی چلی جارہی تھیں اور لوگوں سے معلوم کرتی جارہی تھیں کہ میرے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کس حال میں ہیں؟ اسی اثنا میں انھیں کچھ لوگوں سے ملاقات ہوئی۔ ان حضرات نے انھیں بتایا کہ اس معرکہ میں تمہارے بھائی اور باپ اور تمہارے خاوند شہید ہو چکے ہیں۔ اس پر انھوں نے کہا کہ یہ بتلاؤ! میرے سرکار کس حالت میں ہیں؟ ابھی یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ اسی درمیان مدینہ طیبہ کی وہ غم زدہ صحابیہ جو محبت رسول میں وارفتہ تھیں، ان کو کچھ لوگوں نے اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ دیکھو بادۂ توحید کے متوالوں اور شمع رسالت کے پروانوں کے جھرمٹ میں کچھ فاصلے پر حضور سید عالم ﷺ بخیر و عافیت گزر رہے ہیں۔ جب انھوں

نے سرکار کو اپنی آنکھوں سے خوب جی بھر دیکھ لیا، اس کے بعد انھوں نے کہا کہ آپ کے بعد اب ہر ایک مصیبت ہمارے لیے چھوٹی ہے۔ یعنی سب سے زیادہ ہم کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صحت وسلامتی مطلوب ہے۔

حدیث پاک کی روشنی میں مذکورہ واقعہ کی منظر کشی کر کے گویا کہ حضور بدرِ ملت نے چند منٹ میں جنگ اُحد کا نقشہ پیش کر دیا۔ اور سمجھا دیا کہ بادۂ توحید کے متوالو! اور شمع رسالت کے پروانو! جیسے القابات کے مستحق کون اور کیسے نفوسِ قدسیہ ہیں۔ اس کے بعد حضور والا نے قومِ مسلم کی اصلاح کی جانب توجہ مبذول کراتے ہوئے انتہائی متانت سے ارشاد فرمایا: آج نقابت کی غیر معتبر کتابیں، اخبارات وغیرہ پڑھ پڑھ کر گاؤں گاؤں، قریہ قریہ، شہر شہر سنّی مسلمانوں کی آبادی میں نیاز وفاتحہ کی محفل ہو یا میلاد شریف اور جلسہ وجلوس وغیرہ کا پروگرام ہو یا دینی اجتماعات ہوں.. آج کل تقریباً ہر جگہ یہ کم پڑھے لکھے آزاد خیال اناؤنسروں نے عذابِ آخرت سے بے خوف ہو کر یہ شیوہ بنا رکھا ہے کہ جہاں کہیں ایسی محافل میں پہنچتے ہیں، اسی طرح کے بے جا اعلان کر کے اپنے آپ کو بھی اور سننے والوں کے کندھوں پر گناہوں کی گٹھری لادتے ہیں اور انھیں اس بات کا ذرہ برابر خیال اور احساس تک نہیں ہو پاتا۔

میرے دینی بھائیو! کام ایسا کرو یا کرواؤ جو حکمِ شرع کے موافق ہو۔

دورِ حاضر میں اعلان کرنے کا طریقہ اس طرح اپنائیے... ''برادرانِ اہلِ سنّت یا ہمارے خوش عقیدہ سنّی مسلمانو! محفل پاک کی کارروائی باضابطہ طریقے پر تلاوتِ قرآن پاک سے شروع ہوگئی ہے۔ آپ حضرات جلد سے جلد اپنی ضروریات سے فارغ ہو کر محفل پاک میں حاضر آئیں اور علمائے اہلِ سنّت کے ایمان افروز بیانات کو بغور سماعت کریں اور اپنا ایمان وعقیدہ مضبوط کریں اور دین کی باتوں پر عمل کر کے ثوابِ دارین حاصل کریں۔ وغیرہ وغیرہ

حضور بدرِ ملت نے اپنی ناصحانہ گفتگو کو آگے بڑھاتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ اناؤنسر

صاحب کی یہ آواز بھی ہماری کانوں تک پہنچی تھی کہ ’’ آپ حضرات زیادہ سے زیادہ تعداد میں آکر جلسے کو کامیاب بنائیے۔‘‘

ہمارے دینی بھائیو! یہ بولی بھی سیاسی بولی ہے۔ جلسے کی کامیابی کا دارو مدار لوگوں کی تعداد کے بڑھنے اور گھٹنے پر موقوف نہیں ہے بلکہ جلسے کی کامیابی بارگاہِ الٰہی میں قبول و مقبول ہوجانے پر موقوف ہے۔ اگر وفادررانِ مصطفیٰ کے چند افراد ہی نے خلوص وللّٰہیت کے ساتھ احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کی نیت سے صرف اور صرف رضائے الٰہی اور خوشنودی سرکار مصطفیٰ کے لیے چھوٹی سی محفل منعقد کی اور وہ رب کی بارگاہ میں قبول ہوگئی، تو جلسہ کامیاب ہے۔۔۔ اور دوسری جانب ہزاروں ہزار نہیں لاکھوں لاکھ کا مجمع جمع کرلیا اور احقاقِ حق و ابطالِ باطل نیز رضائے الٰہی مقصود نہیں ہے، تو وہ جلسہ کامیاب نہیں ہے بلکہ ایسے جلسہ کرنے والے لوگ ناکام اور نامراد ہیں۔

مسلمانو! خوب اچھی طرح غور کرو کہ جس جلسہ جلوس میں حکم شرع کی صریح مخالفت کرتے ہوئے تصویر کشی اور ویڈیو گرافی جیسے فعل حرام کا ارتکاب کیا جارہا ہو، اس طرح کا جلسہ وجلوس بارگاہِ الٰہی میں کس طرح قبول ہوسکتا ہے؟

مختصر وقت میں آپ کی قیمتی نصیحت سُن کر لوگ بہت محظوظ ہوئے۔ اس کے بعد منبرِ رسول سے حضرت اپنی قیام گاہ پر تشریف لاکر اپنے معمولات میں مصروف ہوگئے۔ پھر جلسہ کے اختتام سے قبل آپ جلوہ فرما ہوئے اور ایمان افروز اور وہابیت سوز بیان فرما کر مسلمانوں کو مذہب اہلِ سنّت یعنی مسلک اعلیٰ حضرت پر قائم رہنے کی تاکید کی و تلقین فرمائی اور فرقۂ باطلہ سے دور و نفور رہنے کی سختی سے تنبیہ فرمائی۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ فرائض و واجبات پر جم کر پابندی کے ساتھ ادا کرتے رہنے کی تلقین بھی فرمائی۔

نوٹ: مذکورہ ارشادات حضرت نے اپنے دور کے حالات کو ملاحظہ فرماتے ہوئے گوش گذار کیے۔ یہ آپ کا تقویٰ و پرہیز گاری تھی۔ رہی بات یہ کہ مذکورہ جملہ خلافِ شرع نہیں ہے۔ اس لیے ایسے افراد کے لیے استعمال کرنا جو اِن القابات کے مستحق ہیں، ان

کے حق میں بجا ہے۔ حضرت نے تو اپنے دور کے حساب سے ارشاد فرمایا تھا۔ رہی بات دورِ حاضر کی تو موجودہ زمانے کا حال تو اور بھی بہت زیادہ دگرگوں اور بُرا ہوتا جا رہا ہے۔ اس لیے ایسے نامناسب اور بے جا القابات سے بچنا از حد ضروری ہے۔

ان واقعات کے بعد حضور بدر العلماء کے چند مکتوبات بھی نذرِ قارئین ہیں، جن میں دیگر تنبیہات کے ساتھ ہی ساتھ آپ نے مبالغہ آرائی سے بچنے کی تلقین فرمائی ہے۔

مکتوب ۱: بنام مولانا کمال الدین گونڈوی۔

از مدرسہ غوثیہ بڑھیا

۷۸۶ / ۹۲

شب یکم جمادی الآخرہ ۱۴۱۲ھ

عزیزم وَقَاكَ الْمَوْلٰى سُبْحَانُهٗ وَتَعَالٰى آفَاتَ الْقَلَمِ وَ اللِّسَانِ وَ مَكَائِدَ الشَّيْطٰنِ۔

السلام علیکم ورحمتہ۔

آپ کی رجسٹری وصول ہوئی۔ مولانا عبد القیوم صاحب نے سال بھر پہلے فیض الادب حصہ دوم کی ترکیب لکھ کر مجھے دیا ہے۔ جن کی مرتب کردہ ترکیب کا بیشتر حصّہ میں نے دیکھا ہے اور باقی حصہ ابھی نہ دیکھ سکا۔ اس اثناء میں مولانا انور علی صاحب نوری نے اپنی ترکیب کردہ مطبوعہ کتاب میرے پاس بذریعہ ڈاک بھیجی ہے جس کو میں نے بہت مختصر طور پر دیکھا ہے۔ موصوف نے ترکیب کرنے میں محنت ضرور کی ہے لیکن نو آموزی اور نا تجربہ کاری سے جا بجا چوک ہوگئی ہے۔

ترکیب تو فیض الادب حصہ اول سے شروع ہونا چاہیے۔ لیکن یہ کام نہ تو مولانا عبد القیوم صاحب نے کیا نہ مولانا نوری نے۔ آپ فیض الادب حصہ اول سے ترکیب شروع کریں۔ وفق ربنا تعالیٰ ایاک لهذا الأمر الجسيم بجاه النبی الکریم علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

میرے حق میں فرید عصر وحید دہر استاذ العلماء سند المدرسین عمدۃ المحققین کے کلمات ہرگز ہرگز نہ لکھیں ۔ یہ تسلیم ہے کہ زمانۂ حاضرہ میں مبالغۂ بیجا کا رواج خوب عام ہے، آپ اس مبالغۂ ضالہ سے پرہیز کریں ۔ مولائے کریم جل شانہ آپ کو زمانۂ حاضرہ کی بدعت سئیہ سے بچائے ۔ آمین ۔

اساتذہ بالخصوص مولوی حامد رضا عرف شمس القمر کو سلام کہیں ۔

فقط والسّلام بدر الدین احمد قادری رضوی بڑھیا

۹۲ / ۷۸۶

مندرجہ ذیل نصیحت آموز مکتوب حضور بدر ملت علیہ الرحمہ نے اس موقعے پر تحریر فرمایا تھا جس زمانے میں آپ کے معتقد شاہد نوری اور آپ کے شاگرد مولانا محمد اخلاق صاحب رضوی بلرام پوری حلوہ پراٹھا کا کاروبار قصبہ مبارک پور میں کر رہے تھے۔ مبارک پور ضلع اعظم گڑھ کے قریب ہی کے ایک باشندے منیر احمد انتہائی غریب سنی خوش عقیدہ مسلمان ان حضرات کی دکان میں مزدوری کیا کرتے تھے۔ مذکورہ دونوں حضرات کی زبانی منیر احمد صاحب حضور بدر العلما علیہ الرحمہ کا تذکرہ اکثر سنتے رہتے تھے جس سے متاثر ہو کر ان کے دل میں حضور والا سے ملاقات و زیارت کا شوق پیدا ہوا اور حالت غریبی میں قصبہ مبارک پور سے لمبا فاصلہ طے کر کے بڑھیا ضلع بستی کے لیے روانہ ہو گئے اور حضرت قبلہ سے شرف زیارت حاصل کر کے فیوض و برکات سے مالا مال ہوئے۔ جن کا ذکر قارئین مکتوب میں ملاحظہ کریں ۔ فقط فقیر قادری ۲۴ / شعبان ۱۴۴۶ھ

مکتوب ۲ : بنام جناب شاہد نوری، بلرام پور ضلع گونڈہ

از بڑھیا

۹۲ / ۷۸۶

برادر سنیت ۹۲ شاہد قادری رضوی وعلیکم السلام ثم السلام علیکم

منیر احمد مسنا والے آئے اور آپ کا خط پیش کیا۔ آپ اور مولوی محمد اخلاق نے منیر

احمد صاحب سے میرا تذکرہ اس انداز میں کیا کہ انہیں مجھ سے ملنے کا شوق پیدا ہوا اور انھوں نے غربت کے باوجود اتنا لمبا سفر کیا۔ یہ آپ دونوں کی بھول ہے۔ میں نہ بابا ہوں نہ شاہ صاحب ہوں تو پھر بڑھا کر تعریف کرنے سے فائدہ کیا ہے۔ دوسروں کو پریشان کرنا نہیں چاہیے۔

آپ نے لکھا ہے کہ جب سے لسی لگانے لگا ہوں روزانہ فجر کی نماز قضا ہو جاتی ہے۔

معاذ اللہ۔ معاذ اللہ۔ معاذ اللہ

خدائے پاک کی پناہ۔ خدائے تعالیٰ کی پناہ۔ خدائے رب العزت کی پناہ۔ اس طرح دکان چلانا کہ فرض الٰہی قضاء ہو جاتا ہو۔ حرام، حرام اشد حرام ہے۔ بے برکت ہے نحوست ہے توبہ کیجیے ,صدق دل سے توبہ کیجیے۔ پکی اور ٹھوس توبہ کیجیے

فرض الٰہی کی جم کر پابندی کیجیے۔ اگر نماز کی پابندی سے آمدنی میں کمی ہو جائے تو کچھ حرج نہیں تھوڑی آمدنی جو حلال و پاک ہو اس سے اتنا کام بنے گا جتنا زیادہ آمدنی سے کام نہیں بنے گا جو حرام اور نجس ہو۔

نماز ترک کر کے جو آمدنی پیدا ہوگی اس سے دسیوں بوال کھڑے ہوں گے آپ نوری ہیں تو کیا نوری کا کام فرض الٰہی کو کاروبار کی لالچ میں ترک کرنا ہے؟

پتہ چلتا ہے کہ دولت کی فراوانی اور کثرت آپ کے دین کے لیے زہر قاتل ہے۔ میں یہاں دعا کرتا ہوں کہ مولیٰ تعالیٰ شاہد بھائی کو رزق وسیع عطاء فرمائے تو جب روزی کی تھوڑی سی سہولت پر آپ کا یہ حال ہے کہ فرض الٰہی کو ترک کر دیتے ہیں تو زیادہ روزی ملنے پر آپ کا کیا حال ہوگا۔

فقط والسّلام

بدرالدین احمد

یہ مکتوب حضور بدر ملت علیہ الرحمہ نے اس موقعے پر تحریر فرمایا تھا جس زمانے میں فقیر قادری جامعہ حنفیہ غوثیہ بنارس میں زیر تعلیم تھا۔

مکتوب ۳

از بڑھیا

۲۲ رجب المرجب ۱۴۰۳ھ

۷۸۶ / ۹۲

عزیزم ! وعلیکم السلام ثم السلام علیکم

ایک تفصیلی لفافہ میں نے آپ کے نام بھیجا ہے۔ میری یہ دیرینہ تمنا تھی کہ مشائخ قادریہ برکاتیہ رضویہ کی سوانح عمری اگر چہ مختصر ہو مرتب ہو کر شائع کی جائے۔ مولی عزوجل ہمارے بنارسی رضوی برادر کو حوصلہ عطاء فرمائے موصوف کو مارہرہ شریف سے رابطہ قائم کرنا ہوگا۔ بدایوں شریف سے کتابیں شائع ہوئی ہیں۔

مصنّفین کی کتابوں میں حوالہ نظر سے گزرا ہے لیکن اصل کتاب دیکھنے میں نہیں آئی ہے تو موصوف بدایوں سے بھی رابطہ قائم کریں۔

دن رات کی کوشش کے باوجود ابھی سوانح اعلیٰ حضرت کی خدمت سے فراغت نہیں ملی۔ آزاد و سرسید وغیرہ کے کفری عقائد کی معلومات کے لیے ”تجانب اہل سنت“ کی ضرورت ہے۔ آپ سنّی حضرات کے نجی کتب خانہ سے پتا لگایئے بالخصوص حضرت مولانا عبدالحمید علیہ الرحمہ کے خاندان سے معلوم کیجیے باقی فرصت معدوم ہے۔ اتنی ہی تحریر پر اکتفا ہے۔ سب حضرات کو سلام مسنون عرض ہے

خط کے شروع میں آپ نے جو القاب مجھے عنایت کیے ہیں وہ مبالغہ کی حد سے باہر ہے۔ فقط والسّلام

بدرالدین احمد قادری رضوی، بڑھیا

مکتوب ۴: بنام مولانا آدم صاحب قادری رضوی

از بڑھیا

۷۸۶ / ۹۲

ربیع النور ۱۲ ۱۴۱۲ھ

عزیزم وعلیکم السلام ثم السلام علیکم

جَعَلَكَ رَبُّنَا الْكَرِيمِ جَلَّ شَانُهُ صَاحِبَ الدِّيْنِ الرَّاسِخِ وَ الْعِلْمِ الشَّامِخِ مُتَصَلِّباً فِي الدِّيْنِ وَ السُّنِّيَّةِ مُسْتَقِماً عَلَى الشَّرِيْعَةِ النَّبَوِيَّةِ صَلَى اللهُ عَلَىٰ صَاحِبِهَا وَسَلَّمَ۔ دورِ حاضر میں کثرت سے نابالغ حضرات شیخ الحدیث، شیخ القراء، مفتیٔ اکبر بنتے جارہے ہیں۔آپ بارگاہِ احدیت جل شانہ کی طرف رجوع کرکے اعلیٰ حضرت کی تصانیف وفتاویٰ کے مطالعہ کی مشق کرتے رہیں، تاکہ خدائے پاک اعلیٰ حضرت کا علمی فقہی سایہ عطا فرمائے، لیکن اس کا خیال رہے کہ نعمت الٰہی کا حصہ ملنے پر کبروغرور ہرگز ہرگز نہ ہونے پائے۔عزیزم مولانا تیغی کوسلام پہنچائیں۔

فقط والسّلام

بدرالدین احمد

دوزخ کا سب سے ہلکا عذاب

حدیث پاک میں ہے بیشک اہل دوزخ میں سب سے ہلکے عذاب والا وہ شخص ہوگا جس کو صرف آگ کے جوتے پہنائے جائیں گے جن کے اثر سے دماغ ہانڈی کی طرح کھولے گا اور اس کے کانوں کے سوراخ گویا آگ کی چنگاری اور داڑھ دانت آگ کے شعلے اور ہونٹ آگ کے لپٹ ہوں گے اور پیٹ کی آنتیں قدموں کی جلن کے اثر سے سب باہر نکل پڑیں گے۔اور وہ اپنے کو سمجھے گا کہ میں دوزخ میں سب سے زیادہ سخت عذاب میں ہوں۔ حالانکہ اسے سب سے ہلکا عذاب ہوگا۔(خدا کی پناہ) (ذکری للذکرین، ص ۱۷۴)

صلح کلّیت ،مبالغہ آرائی اور بیجا القابات کے متعلق حضور محدث کبیر اور دیگر علمائے کرام کا مصدّقہ فتویٰ

سوال(۱): کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ دور حاضر میں اہلِ سنت کے افراد جو اپنے آپ کو مسلک اعلیٰ حضرت کے ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں ان میں اکثر مقامات پر اکثر لوگوں کا یہ طریقہ ہوگیا ہے کہ اپنے جلسے یا جلوس یا اعراس واجتماعات یا میلاد شریف یا فاتحہ، نیاز وغیرہ کی محافل میں اصلاح معاشرہ، اصلاح اعمال اور فضائل وغیرہ پر توخوب زوردار بیان کرتے ہیں اور کرواتے ہیں مگر ایمان وعقیدہ بچانے سے متعلق کوئی گفتگو نہیں ہوتی جبکہ عقیدہ اصل ہے اور عمل فرع جب اصل ہی یعنی عقیدہ و ایمان ہی سلامت نہ رہے گا، توعمل کس کام کا، اسی لیے ہمارے اسلاف کرام عقیدہ وایمان بچانے کی بات پہلے کرتے تھے، اس کے بعد دیگر موضوعات پر روشنی ڈالتے تھے۔ اس سلسلے میں وہ حضرات ردِّ بدمذہباں، ردِّ وہابیہ دیوبندیہ رافضیہ یا جس فتنے کا زور ہوتا، اس فتنے کی تردید کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے تھے مگر دورِ حاضر میں فرقہائے باطلہ کی تردید کرنے سے بالکل گریز کیا اور کروایا جارہا ہے۔ ایسے افراد کے لیے شریعت کیا حکم نافذ کرتی ہے؟

سوال(۲): مذکورہ محافل میں یہ رواج بھی بن چکا ہے کہ ابتدائی تین چار گھنٹوں تک جو بیدار رہنے اور سننے کا وقت ہوتا ہے، اس میں اکثر مقامات پر کم پڑھے لکھے نعت خوانوں اور شاعروں کو لگاتار موقع دیا جاتا ہے جو طرح طرح کے طرز وانداز اور بعض فلمی راگ اور ایکٹنگ کے ساتھ سامعین پر قبضہ جمائے رہتے ہیں اور جب مجمع سونے لگتا ہے تو کسی مقرر کو بٹھایا جاتا ہے ایسا کرنے اور کروانے والوں کے متعلق شریعت اسلامیہ کا کیا حکم ہے؟

سوال(۳): اسی طرح ان محافل میں یہ سلسلہ بھی زور پر ہے کہ اس میں جو ناظم محفل یا نقیب ہوتا ہے وہ اس طرح مبالغہ آرائی اور بے جا القابات کا سلسلہ قائم کرتا ہے کہ

ناخواندہ کو مولوی اور مولوی کو علامہ فہامہ، نماز و روزہ وغیرہ کے چند مسائل جاننے والے کو مفتی وفقیہ چند شمارے نکالنے والے کو صحافی، مخصوص عنوان پر دو چند مضامین لکھنے والے کو ماہر ادیب، نعت خواں کو شاعر اور بیساکھیوں کے سہارے شعر کہنے والے کو اُستاذ الشعرا کہا جاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسے نقیب کو اپنی محافل میں شرکت کے لیے دعوت دینا یا دلوانا از روئے شرع کیسا ہے؟

نوٹ: ہمارے وہ حضرات جنہیں بزرگوں نے ایسے خطابات والقابات سے نوازا ہے جن کے وہ مستحق تھے، جیسے شیر بیشۂ اہلِ سنت، حافظ ملت، مجاہد ملت، حکیم الامت، تاج الشریعہ محدثِ کبیر بدر ملت وغیرہ حضرات ہمارے سوالات سے مستثنیٰ ہیں، فقہی حوالوں سے جواب مرحمت فرمائیں، عین کرم اور خاص مہربانی ہوگی۔ **بینوا توجروا**

المستفتی: فقیر عبدالصمد قادری رضوی عفی عنہ۔ قادری منزل رفیع گنج ضلع اورنگ آباد بہار

۴/ جمادی الآخرہ ۱۴۴۶ھ مطابق ۷/ دسمبر ۲۰۲۴ء بروز شنبہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم الجواب بعون الملک الوہاب

یقیناً ایمان وعقیدہ کا تحفظ اولین فریضہ بلکہ ہر فرض سے اہم فرض ہے اور اعمال اس کے فرع ہیں، اس لیے دینی مجالس اور اسلامی تقاریب میں معاملات ومعمولات نیز عبادات سے کہیں زیادہ ایمانیات پر توجہ دی جائے۔ ہاں جہاں جس کی ضرورت ہو اس کا اظہار و بیان ہونا چاہیے۔ قرآن و احادیث میں ایمان کے ساتھ اعمال کی اہمیت بھی اُجاگر کی گئی ہے۔ البتہ اعدائے اسلام منافقانِ زمانہ وہابیہ دیوبندیہ نجدیہ مودودیہ دہریہ اور صلح کلیہ کی رعایت و پاسداری میں اصلاح معاشرہ واصلاح ظاہر وباطن، عبادات واعمال خیر کو اگر موضوع سخن بنایا جاتا ہے اور ایمان وعقیدہ پر گفتگو کرنے سے احتراز کیا جاتا ہے یا ایمان وعقیدہ پر خطاب کرنے سے روکا جاتا ہے، تو مداہنت وگناہ ہے جو منشائے قرآن و حدیث کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللّٰهَ وَ رَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ ۚ (سورۃ مجادلہ، الآیۃ ۲۲) اور تم ایسے لوگوں کو نہ پاؤ گے جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہوں کہ وہ ان لوگوں سے دوستی کریں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی اگرچہ وہ ان کے باپ یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کے خاندان والے ہوں۔ اور فرماتا ہے: اَلَّذِينَ يَتَّخِذُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِن دُونِ الْمُؤْمِنِينَ ۚ أَيَبْتَغُونَ عِندَهُمُ الْعِزَّةَ فَإِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيعًا۔ (سورۃ النساء م الآیہ ۱۳۹) وہ جو مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں کیا ان کے پاس عزت ڈھونڈتے ہیں تو عزت تو ساری اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ اور فرماتا ہے: هَا أَنتُمْ أُولَاءِ تُحِبُّونَهُمْ وَلَا يُحِبُّونَكُمْ وَتُؤْمِنُونَ بِالْكِتَابِ كُلِّهِ وَإِذَا لَقُوكُمْ قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَوْا عَضُّوا عَلَيْكُمُ الْأَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ ۚ قُلْ مُوتُوا بِغَيْظِكُمْ إِنَّ اللّٰهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ۔ (سورۃ آل عمران، الآیہ ۱۱۹) سنتے ہو یہ جو تم ہو تم تو انہیں چاہتے ہو اور وہ تمہیں نہیں چاہتے اور حال یہ ہے کہ تم سب کتابوں پر ایمان لاتے ہو اور وہ جب تم سے ملتے ہیں کہتے ہیں ہم ایمان لائے اور جب اکیلے ہوں تو تم پر انگلیاں چبائیں غصہ سے تم فرمادو کہ مرجاؤ اپنی گھٹن میں اللہ خوب جانتا ہے دلوں کی بات۔

اور فرماتا ہے: إِن تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَإِن تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَفْرَحُوا بِهَا۔ (سورۃ آل عمران، الآیۃ ۱۲۰) کہ تمہیں کوئی بھلائی پہنچے تو انہیں بُرا لگے اور تم کو برائی پہنچے تو اس پر خوش ہوں۔ اور فرماتا ہے: وَلَا تَرْكَنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ۔ (سورۃ الھود، الآیۃ ۱۱۳) کہ ظالموں کی طرف جھکاؤ نہ رکھو یہ آگ تمہیں پکڑے گی۔

اور رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: تَقَرَّبُوا اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى بِبُغْضِ اَهْلِ الْمَعَاصِي وَالْقُوْهُمْ بِوُجُوهٍ مُكْفَهِرَّةٍ وَالْتَمِسُوا رِضَا اللّٰهِ

بِسَخَطِهِمْ وَ تَقَرَّبُوْا اِلَى اللهِ بِالتَّبَاعُدِ مِنْهُمْ ۔ رواہ الامام احمد فی مسندہ.
کہ اللہ تعالیٰ کی نزدیکی حاصل کرو نافرمانوں سے نفرت کرکے اور ان سے ملو تو منہ بگاڑ کر کے اور اللہ کی رضامندی تلاش کرو ان سے ناراضگی رکھ کے اور اللہ تعالی سے نزدیکی حاصل کرو ان سے دوری اپنا کے۔

مذکورہ شواہد و دلائل سے آسمانی سورج کی طرح واضح اور عیاں ہو گیا کہ اللہ کے دشمنوں مثلاً وہابیوں دیوبندیوں نجدیوں قادیانیوں رافضیوں دہریوں صلح کلیوں کے ساتھ کوئی نرم گوشہ نہ رکھا جائے بلکہ ان سے دوری نفرت، بیزاری رکھی جائے، ان کی طرف کسی طرح میلان اور جھکاؤ نہ رکھا جائے ان کو ہم راز بنا کر ان کو اعزاز و اکرام نہ دیا جائے ان کی رعایت وحمایت کر کے کسی طرح بھی ان کا حوصلہ مضبوط نہ کیا جائے کہ وہ کسی طرح مسلمانوں کی رعایت نہیں کرنے والے اور نقصان پہنچانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑنے والے ہیں۔ لہٰذا اپنی مجالس ومحافل اور دینی تقریبات میں فرقِ باطلہ کا لحاظ کرتے ہوئے ان کے رد و ابطال سے پہلو تہی کرنے والے سخت غلطی پر ہیں ایسے لوگ در پردہ دشمنانِ دین کو قوت پہنچانے اور اہل حق کے ایمان کو کمزور کرنے والے ہیں، خطا کار ہیں اپنے اس طریقہ عمل سے باز آئیں۔ **واللہ تعالیٰ اعلم**

الجواب نمبر (۲): اسلامی تقریبات مذہبی مجالس کے انعقاد کا مقصود اصلی دینی احکام و اعمالِ ایمانی افکار وعقائد کی اشاعت، عوامی مسلمین کی اصلاح و ہدایت، فرائض واجبات اور مسائل وشرائع سے ان کو روشناس کرانا ہے اور ظاہر ہے کہ نعت ومنقبت خوانی سے مذکورہ مقاصد عالیہ حاصل نہیں ہو سکتے اس لیے نعت خوانی کے بالمقابل وعظ وخطاب پر توجہ دی جائے اور ایسی نعت خوانی جو فلمی گانے کے انداز میں ہو اور فلمی ایکٹروں کی طرح ایکٹنگ کے ساتھ ہو ہر گز نہ کرائی جائے کہ یہ نعت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین اور عظمت شان مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے چشم پوشی ہے اور لوگوں کی نگاہوں میں نعت مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وقار مجروح کرنا ہے اللہ تعالی مسلمانوں کو فہم سلیم عطا فرمائے۔ واضح

رہے کہ ایکٹروں کی ایکٹنگ کے ساتھ فلمی گانے کے انداز میں نعت مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پڑھنا اور پڑھوانا حرام ہے جو لوگ اس عمل کے مرتکب ہیں وہ فاسق ہیں سچے دل سے توبہ کریں ورنہ بروز حشر سخت سزا کے مستحق ہوں گے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم۔**

الجواب نمبر (۳): کسی کے منہ پر اس کی زیادہ تعریف کرنے سے احتراز کرنا چاہیے کہ یہ سخت مضرت رساں ہے حدیث میں اسے ذبح کرنے کے مترادف اور باعث فتنہ قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ سنن ابن ماجہ کی حدیث ہے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے: **قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِيَّاكُمْ وَالتَّمَادُحُ فَاِنَّهُ الذِّبْحُ۔** (کتاب الزھد باب المدح، ص ۲۶۵) رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آپس میں ایک دوسرے کی بہت زیادہ تعریف کرنے سے بچو کہ یہ اس کو ذبح کرنے کے مانند ہے۔ اور مشکاۃ شریف کی حدیث ہے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے: **قَالَ اَثْنٰى رَجُلٌ عَلٰى رَجُلٍ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ وَيْلَكَ قَطَعْتَ عُنُقَ اَخِيْكَ ثَلَاثًا مَنْ مِنْكُمْ مَادِحًا لَا مُحَالَةَ فَلْيَقُلْ اَحْسِبُ فُلَانًا وَاللّٰهُ حَسِيْبُهُ اِنْ كَانَ يَرٰى اَنَّهُ كَذٰلِكَ وَلَا يُزَكِّي عَلَى اللّٰهِ اَحَدٌ۔** (مشکاۃ المصابیح، کتاب الادب، ص ۴۱۲) حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے ایک شخص کی تعریف نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے کی تو فرمایا کہ تمہاری ہلاکت ہو تم نے اپنے بھائی کی گردن کاٹ دی (یہ تین بار فرمایا) اور جسے کسی کی تعریف کرنی ہی ہو تو کہے کہ میں فلاں کو ایسا گمان کرتا ہوں۔

اور احیاء العلوم میں حدیث پاک ہے رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: **اِذَا مَدَحْتَ اَخَاكَ فِيْ وَجْهِهٖ فَكَاَنَّمَا اَمْرَرْتَ عَلٰى حَلْقِهٖ مُوْسٰى وَمِيْضًا۔** (احیاء علوم الدین الجزء الثالث ص ۱۵۷) کہ جب تم نے اپنے کسی بھائی کی تعریف اس کے سامنے کی تو گویا تم نے اس کے حلق پر تیز دھار دار چھرا چلا دیا۔ اور بخاری شریف کی حدیث ہے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے: **سَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى**

اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ رَجُلًا یُثْنِیۡ عَلٰی رَجُلٍ وَیُطْرِیۡہِ فِی الْمِدْحَۃِ فَقَالَ اَھۡلَکۡتُمۡ وَ قَطَعۡتُمۡ ظَھۡرَ الرَّجُلِ۔ (صحیح البخاری، کتاب الشھادات باب ما یکرہ من الاطناب فی المدح، ج۱،ص۳۶۶) انہوں نے نبی پاک صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے سنا کہ ایک شخص دوسرے شخص کی تعریف کر رہا تھا اور تعریف میں مبالغہ آرائی کر رہا تھا تو رسول پاک صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے اس شخص کو ہلاک کر دیا اور اس کی پیٹھ کاٹ دی۔ خود رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے تواضعا اپنی زیادہ تعریف کرنے سے روکا۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے: قَالَ اِنَّ نَاسًا قَالُوۡا یَارَسُوۡلَ اللہِ یَا خَیۡرَنَا وَابۡنَ خَیۡرِنَا وَ سَیِّدَنَا وَابۡنَ سَیِّدِنَا فَقَالَ یَا اَیُّھَا النَّاسُ قُوۡلُوۡا بِقَوۡلِکُمۡ اَوۡ بَعۡضِ قَوۡلِکُمۡ وَلَا یَسۡتَھۡوِیَنَّکُمُ الشَّیۡطٰنُ اَنَا مُحَمَّدٌ عَبۡدُ اللہِ وَ رَسُوۡلُہٗ مَا اَحِبُّ اَنۡ تَرۡفَعُوۡنِیۡ فَوۡقَ مَنۡزِلَتِی الَّتِیۡ اَنۡزَلَنِیَ اللہُ عَزَّ وَجَلَّ. (السنن للنسائی، الحدیث ۱۰۰۷۷ و مسند احمد، الحدیث ۱۲۵۵۱) انہوں نے فرمایا کہ کچھ لوگوں نے (رسول پاک صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی تعریف کرتے ہوئے) کہا اے ہم میں سب سے بہتر اور سب سے بہتر کے شہزادے ہمارے سردار اور ہمارے سردار کے شہزادے! تو رسول پاک صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا اپنی بات یا کوئی اور بات کہو شیطان تم کو بہکاوے میں نہ ڈالے، بے شک میں یہ نہیں چاہتا کہ مجھے میرے اس مرتبے سے اوپر کرو جس کے ساتھ مجھے اللہ نے اُتارا ہے۔

اسی طرح ایک حدیث حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے: قَالَ سَمِعۡتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ مَنۡ لَا تُطۡرُوۡنِیۡ کَمَا اَطۡرَتِ النَّصَارٰی ابۡنَ مَرۡیَمَ فَاِنَّمَا اَنَا عَبۡدُہٗ فَقُوۡلُوۡا عَبۡدُ اللہِ وَ رَسُوۡلُہٗ۔ (صحیح البخاری، کتاب احادیث الانبیاء، الحدیث ۳۴۴۵ وفتح الباری ۱۰،ص۴۷۷) انہوں نے فرمایا کہ نبی پاک صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری تعریف میں اس طرح مبالغہ نہ کرو جس طرح نصرانیوں نے حضرت عیسی ابن مریم کی تعریف میں مبالغہ آرائی کی بے شک میں اس

کا بندہ ہوں تو مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہو۔

معلوم ہوا کہ اگر کوئی کسی کی زیادہ تعریف اس کے سامنے کرے تو روک دے۔ بلکہ حکم رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ ہے کہ مبالغہ آرائی کرنے والے کے منھ میں مٹی بھر دے۔ چنانچہ بیہقی وصحیح ابن حبان کی روایت میں ہے: اِنَّ رَجُلًا مَدَحَ رَجُلًا عِنْدَ ابْنَ عُمَرَ فَجَعَلَ ابْنَ عُمَرَ یَرْفَعُ التُّرَابَ نَحْوَہٗ وَقَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا رَأَیْتُمُ الْمَدَّاحِیْنَ فَاحْثُوْا فِیْ وُجُوْھِھِمِ التُّرَابَ۔ (صحیح ابن حبان، الحدیث ۵۷۷۰ وشعب الایمان للبیہقی، الحدیث ۴۸۶۷) کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما کے سامنے ایک شخص نے دوسرے شخص کی تعریف کی تو وہ مٹی اس کی طرف اُٹھانے لگے اور کہا کہ رسول پاک صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا جب تم تعریف کرنے والوں کو دیکھو تو ان کے منہ میں مٹی بھر دو۔

مسلم شریف کی حدیث ہے۔ حضرت ہمام ابن حارث سے روایت ہے: اِنَّ رَجُلًا جَعَلَ یَمْدَحُ عُثْمَانَ فَعَمِدَ الْمِقْدَادُ فَجَثٰی عَلٰی رُکْبَتَیْہِ وَکَانَ رَجُلًا ضَخْمًا فَجَعَلَ یَحْثُوْ فِیْ وَجْھِہِ الْحَصَا فَقَالَ لَہٗ عُثْمَانُ مَا شَانُكَ؟ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا رَأَیْتُمُ الْمَدَّاحِیْنَ فَاحْثُوْا فِیْ وُجُوْھِھِمِ التُّرَابَ۔ (مسلم شریف، ج ۲، ص ۴۱۴، باب النھی عن المدح اذا کان فیہ افراط وخیفۃ من فتنۃ علی الممدوح)

تفصیل بالا سے واضح ہو گیا کہ کسی کے منہ پہ بلا حاجت زیادہ تعریف کرنا منع ہے اور زیادہ تعریف کرنے والے کو تعریف سے روک دینا مطلوب شرع ہے۔ ہاں کسی مقصد خیر کے لیے یا مصلحت شرعیہ کی پیش نظر کسی کے حقیقی اوصاف کو ذکر کرنا جائز ہے جبکہ ممدوح کے مبتلائے فتنہ ہونے کا اندیشہ نہ ہو۔ اور مبالغہ آرائی کی ناخواندہ کو مولوی، مولوی کو علامہ وفہامہ، چند مسائل شرع کے جانکار کو مفتی اور فقیہ معمولی نظم گو کو استاذ الشعرا کہنا صریح جھوٹ ہے۔ جھوٹ بولنا حرام قطعی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ۔ (سورۃ

الحج الایۃ:۳۰) جھوٹ بولنے سے بچو۔ مسلم شریف کی حدیث ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے: اِیَّاکُمْ وَالْکِذْبَ فَاِنَّ الْکِذْبَ یَهْدِیْ اِلَی الْفُجُوْرِ وَاِنَّ الْفُجُوْرَ یَهْدِیْ اِلَی النَّارِ. (صحیح لمسلم، ج۲، ص۳۲۶ باب قبح الکذب) یہ جھوٹ سے بچو۔ اس لیے کہ جھوٹ فجور (گناہ) کی طرف لے جاتا ہے اور فجور جہنم کی طرف لے جاتا ہے۔

اور بخاری شریف میں انہی سے مروی ہے: وَاِنَّ الْکِذْبَ یَهْدِیْ اِلَی الْفُجُوْرِ وَاِنَّ الْفُجُوْرِ یَهْدِیْ اِلَی النَّارِ وَاِنَّ الرَّجُلَ لَیَکْذِبَ حَتّٰی یُکْتَبُ عِنْدَ اللہِ کَذَّابًا۔ (صحیح البخاری، ج۲، ص۹۰۰، باب قول اللہ تعالی اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین) کہ جھوٹ فجور کی جانب لے جاتا ہے اور فجور جہنم کی طرف لے جاتا ہے آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کے یہاں جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔

لہٰذا تقریبات ومجالس کے جو نقیب مقررین کو خطاب کے لیے نعت خوانوں کو نعت خوانی کے لیے مدعو کرتے وقت مبالغہ آرائی کرتے اور صریح جھوٹ بولتے وہ فاسق فاجر سخت گنہگار غیر قابل امامت ہیں وہ ہرگز اس قابل نہیں کہ انہیں اسٹیج پر بیٹھنے کی جگہ دی جائے یا نقابت کے لیے انہیں دعوت دی جائے کہ اس میں ان کی تعظیم ہے جبکہ ان کی توہین واجب ہے۔ فَاِنَّ فِیْ تَقْدِیْمِهٖ تَعْظِیْمَهٗ وَقَدْ وَجَبَ اِهَانَتَهٗ۔ شرعاً ذمے داران دین کو چاہیے کہ ایسے نقیبوں کو جھوٹ بولنے اور فرضی اوصاف والقاب کے ذریعے جھوٹی تعریف کے پل باندھنے سے روکیں۔

حدیث پاک میں معصیت کاروں کی معصیت کھول کر بیان کرنے اور ان کا رد کرنے کی تاکید آئی۔ چنانچہ ارشاد رسالت مآب صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ہے۔ اَتَرْعَوْنَ ذِکْرَ الْفَاجِرِ مَتٰی یَعْرِفُهُ النَّاسِ. اُذْکُرُوا الْفَاجِرَ بِمَا فِیْهِ یَحْذِرُ النَّاسَ۔ یعنی کیا تم بدکار کی بُرائیاں کرنے سے کتراتے ہو؟ لوگ اسے کب پہچانیں گے؟ بدکار کی برائیاں بیان کرو کہ لوگ اس سے بچیں۔

یہ حکم اس وقت ہے جبکہ ممدوحین نیک صالح ہوں اور اپنی جھوٹی تعریف سے راضی نہ ہوں لیکن اگر وہ اپنی جھوٹی تعریف خود کرائیں یا ممدوحین فاسق وفاجر ہوں تو ان کی تعریف کے پل باندھنا اشد گناہ، یہ سب مجرم گناہ گار خطا کار ہیں توبہ صحیحہ صادقہ کریں ورنہ ان سے علاحدگی اپنائی جائے اللہ فرماتا ہے:

فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ محمد ابوالحسن قادری

۲۲؍رجب المرجب ۱۴۴۶ھ مطابق ۲۳؍جنوری ۲۰۲۵ء بروز پنج شنبہ

تصدیقاتِ علمائے کرام:

(۱)

الجواب صحیح۔ واللہ اعلم

فقیر ضیاء المصطفیٰ قادری غفرلہٗ

۲۷؍رجب المرجب ۱۴۴۶ھ

(۲)

الجواب صحیح و المجیب نجیح

محمد اختر حسین قادری غفرلہ

خادم درس وافتاء دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

۲۳؍شعبان المعظم ۱۴۴۶ھ

(۳)

صح الجواب و اللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم بالصواب

عبید المصطفیٰ اشرف رضا قادری نوری

مفتی وقاضی ادارۂ شرعیہ مہاراشٹر ممبئی ۸

۲۲؍شعبان المعظم ۱۴۴۶ھ

۲۱/فروری ۲۰۲۵ء، جمعہ مبارک

(۴)

۹۲/۷۸۶

الجواب صحیح واللہ تعالیٰ اعلم

محمود اختر القادری عفی عنہ

خادم الافتاء، رضوی امجدی دارالافتاء، ممبئی

۲۸/شعبان المعظم ۱۴۴۶ھ

(۵)

الجواب صحیح واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر محمد عالمگیر رضوی مصباحی امجدی عفی عنہ

صدر مفتی، دارالعلوم اسحاقیہ جودھ پور، راجستھان

۳/رمضان المبارک ۱۴۴۶ھ

(۶)

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

محمد عبدالرحیم نشتر فاروقی غفرلہ

مرکزی دارالافتاء، بریلی شریف

21 رمضان المبارک 1446ھ

(۷)

لقد صح الجواب والمجیب مصیب ومثاب

العبدالاحقر - سید شمس الحق برکاتی مصباحی

خادمِ دارالعلوم حمایت العلوم گجپور گرنٹ، اترولہ بلرامپور یوپی

(۸)

بے جا القابات کی تباہ کاریاں

ازقلم: حضرت مولانا مفتی محمد عبدالرحمن صاحب قبلہ قادری رضوی، بہرائچ شریف

مبسملا حامداً و مصلیا

قوم بنی اسرائیل کی تباہی و بربادی، ذلت و رسوائی کے مختلف اسباب قرآن عظیم میں مذکور ہیں، انہیں میں سے ایک سبب ان کی ذلت وخواری کا یہ بھی ہے کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کو برائی سے نہ روکتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت فرمائی، چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے " لُعِنَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مِنۡۢ بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ عَلٰی لِسَانِ دَاوٗدَ وَ عِیۡسَی ابۡنِ مَرۡیَمَ وَ کَانُوۡا لَا یَتَنَاہَوۡنَ عَنۡ مُّنۡکَرٍ فَعَلُوۡہُ-لَبِئۡسَ مَا کَانُوۡا یَفۡعَلُوۡنَ" (پ٦ المائدہ آیت ۷۹)

ترجمہ: لعنت کیے گئے وہ جنہوں نے کفر کیا بنی اسرائیل میں داؤد اور عیسی بن مریم کی زبان پر، یہ بدلہ ہے ان کی نافرمانی اور سرکشی کا جو بری بات کرتے آپس میں ایک دوسرے کو نہ روکتے، ضرور بہت ہی برے کام کرتے تھے۔ (کنزالایمان)

حضور صدرالافاضل فخرالاماثل حضرت علامہ سید محمد نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ مذکورہ آیت کی تفسیر میں ترمذی شریف کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں کہ "اس آیت سے ثابت ہوا کہ نہیٔ عن المنکر یعنی برائی سے لوگوں کو روکنا واجب ہے اور بدی کو منع کرنے سے باز رہنا سخت گناہ ہے۔ ترمذی کی حدیث میں ہے کہ جب بنی اسرائیل گناہوں میں مبتلا ہوئے تو ان کے علماء نے اول تو انہیں منع کیا جب وہ باز نہ آئے تو پھر وہ علماء بھی ان سے مل گئے اور کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے میں ان کے ساتھ شامل ہوگئے، ان کے اس عصیان و تعدی (گناہ اور حد سے بڑھنے) کا یہ نتیجہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد اور حضرت عیسٰی علیہما الصلوٰۃ والسلام کی زبان سے ان پر لعنت اُتاری" (خزائن العرفان)

حدیث شریف میں ہے اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "مَنۡ

رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ، وَذٰلِكَ هُوَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ ۔ (رواہ مسلم)''(مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ:تم میں سے جوکوئی کسی برے کام کو دیکھے تو اگر اسے ہاتھ سے مٹانے کی قوت رکھتا ہو تو اولاً اسے اپنے ہاتھ سے مٹائے اور اگر ہاتھ سے مٹانے کی قدرت نہیں ہے تو زبان سے منع کرے اور اگر اس کی بھی طاقت نہیں تو دل میں ضرور اسے برا جانے اور برائی کی جگہ سے خود ہٹ جائے اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔

کسی بھی شخص کی بے جا تعریف وتوصیف اور اسے اس کے مقام ومرتبہ سے بڑھانا، بے جا خطابات و القابات سے نوازنا سخت ناجائز وحرام اور عذاب الٰہی کا سبب ہے، ایسا کرنے والے کے منھ میں حضور صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مٹی بھر دینے کا حکم فرمایا ہے۔ جیسا کہ ابن حبان اور بیہقی شریف کی روایت میں موجود ہے،اس دور پرفتن میں جہاں نت نئے فتنے پنپ رہے ہیں وہیں دینی و مذہبی محفلوں اور جلسوں میں بھی غیر مستحق اشخاص کی بے جا تعریف وتوصیف مبالغہ آرائی، انہیں ان کے مقام سے خوب بڑھا چڑھا کر پیش کرنا، بے جا القابات وخطابات سے پکارنے کا فتنہ بھی زور وشور سے بڑھتا جا رہا ہے، اصلاح معاشرہ کے نام پر اصلاح عقائد (یعنی احقاق حق وابطال باطل ورد بدمذہباں) سے بالکل بے اعتنائی برتی جا رہی ہے، مذہبی اسٹیجوں کو لچھے دار، من گھڑت واقعات بیان کرنے والے دنیا دار مولویوں اور معاذ اللہ فلمی گانوں کی دُھن پر نعت ومنقبت کے اشعار پڑھنے والے گویئے شاعروں کے حوالے کر کے ممبر رسول کے تقدس کو پامال کیا جا رہا ہے۔ یہ عوام اور کچھ خواص کا بھی مشغلہ بنتا جا رہا ہے اور کوئی ذمہ عالم دین اگر اصلاح کی کوشش بھی کرے تو خود اس کی عزت وآبرو کی بن آتی ہے۔

ایسے ماحول میں علمائے کرام، مشائخ عظام واکابرین اہل سنت کی یہ اجتماعی ذمہ داری بنتی ہے کہ مذہبی اسٹیجوں پر چل رہی اس بے راہ روی کو روکیں اور ایک مضبوط لائحۂ عمل تیار کریں اور اسی کے مطابق خود بھی عمل کریں اور لوگوں سے بھی عمل کرائیں ورنہ اگر

اس سلسلے کو نہ روکا گیا تو ڈر ہے کہ کہیں ہمارے دلوں پر ذلت و رسوائی کی مہر نہ لگا دی جائے۔ (العیاذ باللہ)

پیش نظر کتاب ''مبالغہ آرائی و بے جا القابات کا فتنہ'' مذہبی اسٹیجوں کے تقدس کو بحال کرنے، غیر معتبر مولویوں دنیا دار نفس پرست نقیبوں اور گویّے شاعروں سے اپنی دینی محفلوں اور جلسوں کو پاک کرنے اور اصلاح اعمال کے ساتھ ساتھ اصلاح عقائد پر زور دینے اور صلح کلیت کی روک تھام کے لیے ایک مضبوط کڑی ہے۔ جس کے مرتب و محرک خلیفۂ حضور بدر ملت و حضور تاج الشریعہ، عالم باعمل حضرت مولانا صوفی عبد الصمد صاحب قبلہ قادری رضوی مدظلہ العالی ہیں۔ حضرت صوفی صاحب قبلہ جماعت اہل سنت میں دینی، مذہبی و مسلکی تصلب اور مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج و اشاعت اور بلا خوف لومۃ لائم مسلک حقہ کی ترجمانی کرنے کے حوالے سے مشہور و معروف ہیں۔ بلا شبہ یہ کتاب آپ کی خدمات دینیہ کا ایک روشن باب ہے۔ میں دل کی گہرائیوں سے دعا کرتا ہوں کہ مولیٰ تعالیٰ آپ کی اس خدمت اور جملہ خدمات دینیہ کو قبول فرمائے اور شفا و صحت کے ساتھ آپ کی عمر میں برکتیں عطاء فرمائے۔ اور ماہر فقہ و افتاء محقق عصر زینت درسگاہ خلیفہ حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی ابو الحسن قادری رضوی مدظلہ العالی نے جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی، مئو کے عظیم دار الافتاء سے ممتاز الفقہاء والمحدثین أمیر المؤمنین فی الحدیث استاذی الکریم حضور محدث کبیر حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد ضیاء المصطفیٰ قادری صاحب قبلہ حفظہ اللہ تعالیٰ کی مبارک تصدیق و تائید سے مزین قرآن و احادیث اور فقہی جزیات سے مبرہن ''مبالغہ آرائی اور بے جا القابات کے فتنے'' سے متعلق جو نورانی فتویٰ صادر فرمایا ہے ناچیز اس کی حرف بحرف تائید کرتا ہے، اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحب قبلہ کے قلم میں خوب برکتیں عطاء فرمائے اور آپ کے تفقہ سے پوری دنیائے سنیت کو مستفیض فرمائے۔ اور حضرت مولانا محمد شاہ مخدوم رضا اشرفی صاحب قبلہ استاذ الجامعۃ الرضویہ بیل بازار، کلیان ممبئی کا ایک مبسوط و مفصل مضمون ''القابات بے جا کا استعمال اسلامی نقطۂ نظر سے'' جو شامل

کتاب ہے وہ بھی بہت عمدہ اور لا جواب ہے ناچیز انہیں بھی مبارک بادی پیش کرتا ہے۔
اللہ تعالیٰ اپنے حبیب اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے وطفیل اس کتاب کی اشاعت کے جملہ محرکین ، مصدقین و مؤیدین حضرات کی خدمات کو قبول فرمائے اور اس کتاب کو عوام وخواص کے لیے مینارہ نور بنا کر اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت سے نوازے۔ اور ہم سب کو مسلک اعلیٰ حضرت پر استقامت عطاء فرما کر اسی پر حسن خاتمہ بخشے۔ آمین۔

دعا گو ودعا جو
محمد عبدالرحمن قادری رضوی غفرلہ ربہ القوی
خادم الافتاء والتدریس جامعہ اشرفیہ مسعود العلوم چھوٹی تکیہ بہرائچ شریف یو پی
۲۳ ,رمضان المبارک ۱٤٤٦ھ ۲٤ ,مارچ ۲۰۲۵ ء دوشنبہ مبارکہ

(۹)

الجواب صحیح والمجیب نجیح ومصیب
رقمہ محمد شمشاد حسین رضوی
خادم رضوی دارالافتاء محلہ چودھری سرائے شکیل روڈ بدایوں شریف یو پی

<u>نوٹ:</u> غیر منصفانہ اور بیجا القابات کی تیز دھوپ میں یہ فتوی سائے کا کام کرے گا اور منصف مزاج افراد کے دل ودماغ کے لئے سکون کا باعث ثابت ہوگا عوام وخواص کے لئے مثبت ہوگا کیونکہ یہ وقت کی اہم ضرورت کو پوری کرے گا۔ ایم ایس رضوی بدایونی

(۱۰)

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم وعلی الہ واصحابہ اجمعین۔
اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم
بسم اللہ الرحمن الرحیم
0"لعنت اللہ علی الکاذبین"

جھوٹوں پر اللہ پاک کی لعنت۔

میں آئینہ ہوں دکھاؤں گا داغ چہرے کے
جسے خراب لگے سامنے سے ہٹ جائے

مذکورہ بالا فتویٰ جو حضور محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفی صاحب قبلہ قادری دام ظلہ علینا کا مصدقہ شدہ ہے از حضرت مفتی محمد ابو الحسن صاحب قبلہ قادری رضوی مدظلہ العالی جس کو حضرت مولانا صوفی الحاج الشاہ عبد الصمد صاحب قبلہ قادری نوری کی کوشش و کاوش دلائل و براہین سے مزین اس زمانے میں حقیقت پر منحصر ہے، جس کی طرف اس دور میں علماء و مشائخ کا متوجہ ہو کر قوم کی اصلاح اور بعض نام نہاد ضمیر فروش بے عمل مولویوں کو صحیح راہ پر لانے کی غرض سے اور حق کو حق کہنے بولنے لکھنے اور پڑھنے کی طرف ان کا ذہن مبذول کرانا اس زمانے کی سخت اہم ترین ضرورت ہے۔

چنانچہ! فقیہ العصر حضرت مفتی ابو الحسن صاحب قبلہ نے مسجد و محراب اور منبر کی اہمیت کو خوبصورت شرعی سمت کی طرف جو رہنمائی فرمائی ہے وہ حرف بحرف صحیح اور درست ہے۔ جو جس کا مقام و مرتبہ ہے اسے اسی اعتبار سے یاد کیا جانا چاہیے اور جو شریعت کا حکم ہے ضرور اس پر عمل کرنا علمائے کرام کا خاص اور عوام اہل سنت کا عام عمل ہونا چاہیے۔ 29 ویں پارے کی آخری آیتیں جس میں "ویل للمکذبین" ویل ہے جھوٹوں کے لیے یعنی (تباہی و بربادی) جہنم میں ایک وادی ہے جس کی گرمی سے خود جہنم پناہ مانگتا ہے اس وادی کا نام ویل ہے یعنی جہنم کا ایک ویل نامی گڈھا ہے جو صرف جھوٹوں کے لیے ہی مخصوص ہے۔ اب نقباء، شعرا یا بعض علماء کا اگر کسی شخص کو خوش کرنے کے لیے بیجا تعریف و توصیف اور جن کے وہ اہل نہیں ان کے لیے جھوٹے القابات کا استعمال کرنا ضرور گناہِ عظیم ہے۔

مفتی صاحب قبلہ کے فتوی کی میں تائید و توثیق کرتا ہوں اور امت مسلمہ سے شریعت مصطفی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم پر مکمل عمل کرنے کی درخواست کرتا ہوں اللہ پاک جل شانہٗ حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے وسیلہ پاک سے حضرت مولانا صوفی حاجی عبد الصمد

صاحب قبلہ قادری رضوی نوری اطال اللہ عمرہ کی اس خدمت کو قبول ومقبول بنائے کہ یہ دین کی خدمات علمائے اہل سنت کے فتاوی اور کتابوں کو شائع کرنے میں بے مثال ہیں اور مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت میں دھن کے پکےاور سواداعظم اہل سنت وجماعت کی خدمات کو عام سے عام تر کرنے میں سچے اور اچھے ہیں حضور بدرملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے شاگرد رشید اور خلیفہ ہونے کے ناطے عملی اعتبار سے مکمل مظہر بدرملت ہیں۔معلوم ہوا کہ اس فتاوی کو عوام اہل سنت کی صحیح رہنمائی کی خاطر اشاعت کر رہے ہیں رب تعالیٰ عزوجل پیارے آقا صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم اور پنجتن پاک رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کے پاک توسّل سے مقبول انام بنائے۔آمین بجاہ سید المرسلین والہ وصحبہ واہل بیتہ اجمعین

فقیر قادری اسیر بحر العلوم وغوث وخواجہ رضا ابوالمعاذ معراج احمد القادری منانی حنفی اسماعیلی رضوی شمسی معظم آبادی ثم گورکھپوری

خادم درس وافتامدرسہ مدینہ وخطیب وامام مرکزی مدینہ جامع مسجد ریتی روڈ، شہر گورکھپور (یوپی)

فون نمبر: 8574234225 / 7388095737

17 رشعبان المعظم سن 1446 ہجری مطابق 16 فروری 2025ء یک شنبہ

(۱۱)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ہمدرد اہل سنت حضرت مولانا صوفی عبدالصمد صاحب قبلہ کا عوام اہلِ سنت کی دُکھتی ہوئی رگ پر ہاتھ رکھنا پھر حتی المقدور اس کا علاج کرنا اور دین وسنیت کی ترویج واشاعت میں لگے رہنا آپ کا معمول بن چکا ہے۔اللہ کریم ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔عوام کی تقاضہائے شریعت سے دوری کا علاج کرنے کے جو گونا گوں طریقے وہ اپناتے ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ باصلاحیت مفتیانِ اہل سنت کی بارگاہوں میں استفتاء قائم کرتے ہیں، پھر جواب کو خوب شائع کرتے ہیں۔

کیا ہی بہتر اور وقت کی ضرورت ہے وہ سوال جو انھوں نے یہاں قائم کیا اور واقعی کتنا پُر صواب و مدلل ہے وہ جواب جو حضرت مولانا مفتی ابوالحسن صاحب قادری دام ظلہ نے عطا فرمایا رب ذوالجلال دونوں کو اجر جزیل عطا فرمائے آمین

فخر الدین احمد قادری مصباحی

خادم جامعہ جواری الفاطمہ ناگپور

بتاریخ 5 رمضان المبارک 1446 مطابق 6 مارچ 2025

(۱۲)

نَحمدہٗ وَنُصلّی علیٰ رسولہِ الکریم وعلیٰ اٰلہٖ وصحبہٖ اجمعین

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ۔

یعنی تو اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں۔ (سورۃ النحل آیہ ۴۳)

مؤلف موصوف کا رسالہ ''مبالغہ آرائی اور بے جا القابات کا فتنہ'' نظر سے گزرا کہیں کہیں سے دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ موصوف مؤلف زید مجدہ حتی الوسع پوری امانت و دیانت داری سے رسالہ کو ترتیب دیا ہے۔ اللہ ربّ العزّت جل وعلا وتقدس اپنے محبوب مختار دو عالم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے میں مولانا موصوف کو مزید تصنیف وتالیف اور احقاق حق وابطال باطل کی توفیق رفیق عطا فرمائے اور اس سلسلے کا جو فتویٰ شامل کتاب ہے وہ صواب وحق ہے۔ عوام وخواص کو اپنی شریعت طاہرہ پر عمل کرنا لازم وضروری ہے۔ اور بے جا مبالغہ آرائی سے سخت اجتناب بھی لازم ہے۔

فقط شہاب الدین احمد نوری

خادم دارالافتاء وتدریس دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف (ضلع سدھارتھ نگر یوپی)

۲۶ر رمضان المبارک ۱۴۴۶ھ مطابق ۲۷ مارچ ۲۰۲۵ء پنج شنبہ

(۱۳)

تاثر و تائید

عالم نبیل فاضل جلیل حضرت علامہ مولانا **مفتی محمد عبدالواحد صاحب** قبلہ مدظلہ العالی

اُستاذ جامعہ حبیبیہ الٰہ آباد یوپی*

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامدا و مصلیا و مسلما

یہ حقیقت ہے کہ جو صحیح معنیٰ میں عظیم القابات کے حامل ہوتے ہیں وہ من جانب اللہ ایسی صفتوں کے بھی حامل ہوتے ہیں جنہیں دیکھ کر خلق خدا بے ساختہ انہیں ان عظیم القابات سے ملقب کرتی ہے اور یہ کسی کو بے جا بھی نہیں لگتا بلکہ ہر حق پسند اسے مناسب اور برمحل گردانتا ہے، حق پسندوں کی کثیر تعداد ان سے وابستہ ہو جاتی ہے اور ان کی تعظیم و توقیر کرنے لگتی ہے، لیکن کچھ بہروپیئے جو سستی شہرت کے طالب ہوتے ہیں جنہیں یہ فکر ہر دم لاحق رہتی ہے کہ دُنیا میں لوگ ان کی کسی طرح عزت کریں، وہ ان عظیم القابات کا بے جا استعمال بصد حیلہ وفریب اپنے لیے کرتے یا کراتے ہیں نتیجۃً کچھ سادہ لوح ان کے دام فریب میں بھی آجاتے ہیں کچھ شکاری بہروپیئے تو اپنے مقصد میں کامیاب بھی ہو جاتے ہیں ان کی دنیا چمک جاتی ہے، لیکن شکار کیے گئے سادہ لوح خالی ہاتھ ہی رہ جاتے ہیں۔

چنانچہ بھاری بھرکم القابات کے استعمال کے ساتھ ساتھ القابات سے ملقب شخص کے حالات وصفات پر بھی نظر ہونا ضروری ہے۔

فقیر نے اپنے اساتذہ سے سنا ہے کہ الفاظ ''ملاّ'' اور ''مولوی'' کسی زمانے میں اپنے وقت کے بحر العلوم والفنون حضرات کے لیے استعمال کیے جاتے تھے، لیکن جب ہر کس و ناکس کو ملا اور مولوی کہا جانے لگا تو علمائے حق نے مولانا کا لفظ خاص لوگوں کے لیے استعمال کرنا شروع کیا، لیکن وقت نے اس کے ساتھ بھی وہی حشر کیا جو الفاظ ''ملاّ'' اور

''مولوی'' کے ساتھ کر چکا تھا، آج دیکھیے! کہ مولانا اتنا عام ہو چکا ہے کہ ہر داڑھی والے کو لوگ مولانا کہہ دیتے ہیں حالانکہ لوگوں کو اس لفظ کی اہمیت سمجھنا چاہیے اور اس لفظ کے مستحق ہی کے لیے اس لفظ کا استعمال کرنا چاہیے۔

جب لفظ ''مولانا'' بھی عام ہو گیا تو اس لفظ کے ذریعے خواص علماء کا امتیاز مشکل ہو گیا اس لیے ان کے لیے ''علامہ'' و ''مفتی'' ایسے الفاظ استعمال ہونے لگے، لیکن اب دیکھا جا رہا ہے کہ عام عالم کو علامہ اور عام فاضل کو مفتی کہہ دیا جا رہا ہے حالاں کہ ان کے مقام و مرتبے کا پتہ ہونا چاہیئے جن کے لیے ان الفاظ کا استعمال کیا جا رہا ہے۔

آیئے! علامہ اور مفتی کے مقام و مرتبہ پر کچھ وضاحت کر دوں۔

ہمارے علماء نے افتاء سے متعلق یہ وضاحت کی ہے کہ فتویٰ دینا بڑا نازک کام ہے اور مسند افتاء پر فائز ہونا نہایت حساس اور ذمہ داری کا معاملہ ہے۔

اس سلسلے میں پیش قدمی کرنا، بے باکی کا مظاہرہ کرنا یا ذرا سی کوتاہی برتنا بہت ہی خطرناک ہے۔

چنانچہ احادیث میں وارد ہے۔

''مَنْ اُفْتِیَ بِغَیْرِ عِلْمٍ کَانَ اِثْمُہٗ عَلٰی مَنِ اَفْتَاہُ۔'' (سنن ابوداؤد کتاب العلم)

یعنی جو شخص بغیر علم کے فتویٰ دیا گیا تو اس کا گناہ فتویٰ دینے والے پر ہے۔

''أَجْرَأُكُمْ عَلَى الْفُتْيَا، أَجْرَأُكُمْ عَلَى النَّارِ.'' (مسند دارمی)

یعنی فتویٰ دینے میں سب سے زیادہ دلیر وہ شخص ہے جو جہنم میں جانے میں سب سے دلیر ہے۔

''حَتّٰی اِذَا لَمْ یَبْقِ عَالِمًا اِتَّخَذَ النَّاسُ رُؤُسًا جُھَّالًا فَسُئِلُوْا فَاَفْتَوْا بِغَیْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوْا وَاَضَلُّوْا۔'' (متفق علیہ مشکوٰۃ)

یعنی قریب قیامت جب اللہ تعالیٰ کسی عالم کو باقی نہیں چھوڑے گا تو لوگ جاہلوں کو سردار بنا لیں گے پس وہ جاہل مسائل پوچھے جائیں گے اور وہ بغیر علم کے فتویٰ دیں گے تو

وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔

لہٰذا ان احادیث سے مسند افتاء کی نزاکت کو بخوبی سمجھا جا سکتا ہے اور مفتی کو کیسا ہونا چاہیے اس کے لیے ہم بہار شریعت جلد نہم کی یہ عبارت پیش کرتے ہیں:

''مفتی کے لیے ضروری ہے کہ مسائل شرعیہ اور کتب فقہیہ میں اس کا مطالعہ وسیع ہو اصول فقہ اور قواعد فقہ سے واقف ہو۔ اس کے ساتھ ساتھ قرآنی احکام احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اور تفسیر بھی اس کی نگاہ میں ہو اور روایت درایت سے بھی اسے حصہ ملا ہو کیوں کہ بغیر علم شریعت فتویٰ لکھنا سراسر جہالت ہے۔

مفتی کے مقام و مرتبے کی وضاحت سننے کے بعد علامہ کے بھی مقام و مرتبے کو سنیئے! اور اس لفظ کے استعمال کے محل کو دیکھیے!

مرشد گرامی استاذ الاساتذہ جانشین حضور مجاہد ملت ماہر ہفت لسان حضور وحید الزمان علامہ مفتی محمد عاشق الرحمٰن صاحب خمار قادری حبیبی قدس سرہ نے ایک مرتبہ درس کے دنوں میں فرمایا تھا کہ ''ایک وقت تھا کہ علامہ قطب الدین شیرازی رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت میں تنہا علامہ تھے کسی دوسرے کو علامہ نہیں کہا جاتا تھا لیکن آج تم ہر گلی کوچے میں دیکھو دس بیس علامہ کہلانے والے تمہیں مل جائیں گے۔''

پھر آپ نے شرح جامی کے حاشیے میں مذکور اس اعتراض کی طرف توجہ دلائی جو مندرجہ ذیل ہے۔

''ان فی وصف ابن الحاجب بالعلامۃ نظر لان ھذا اللفظ انما یناسب فیما بین العلماء بمن جمع جمیع الاقسام العلوم کما ھو حقہ من العلوم النقلیۃ و العقلیۃ و لیس ابن الحاجب الا من العلماء فی العلوم النقلیۃ و لذا خص من بین العلماء قطب الدین الشیرازی بالعلامۃ حیث سبق العلماء کلھم فی جمیع الاقسام العلوم۔''

یعنی شیخ ابن حاجب (صاحب کافیہ) کو علامہ کہنے میں نظر ہے کیوں کہ یہ لفظ صرف

ان علماء کے حق میں مناسب ہے جن کا علم علوم نقلیہ وعقلیہ کے تمام اقسام کو کما حقہ محیط ہو حالانکہ شیخ ابن حاجب صرف علمائے علوم نقلیہ میں سے شمار ہوتے ہیں چنانچہ لفظ ''علامہ'' کے ساتھ صرف علامہ قطب الدین شیرازی کو خاص کیا گیا ہے کیوں کہ وہ اپنے وقت میں تمام علماء پر تمام اقسام علوم میں سبقت لے جانے والے ہیں۔

ذرا دیکھئے! محشی علامہ عصام الدین رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ جامی رحمۃ اللہ علیہ پر صرف اس بات پر اعتراض کر دیا کہ انہوں نے شیخ ابن حاجب کے لیے علامہ لفظ کا استعمال کر دیا۔

ان باتوں کو لانے کا مقصد ہرگز یہ نہیں ہے کہ الفاظ ''علامہ ومفتی'' کا استعمال اس دور میں نہ کیا جائے بلکہ اگر کوئی شخص علامہ کہلانے کا مستحق ہے تو ضرور اسے علامہ کہا جائے، لکھا جائے، اگر کوئی صحیح معنیٰ میں مسند افتاء پر فائز ہے تو اسے ضرور مفتی کہا جائے، مگر ان الفاظ کا بے جا استعمال ہرگز نہ کیا جائے، کیوں کہ یہی الفاظ ہمارے علماء کی شان کو بیان کرنے کے لیے باقی بچے ہیں لہٰذا اس کا استعمال ہر کس وناکس کے لیے نہ کیا جائے۔

زیر نظر کتاب ''مبالغہ آرائی وبے جا القابات کا فتنہ'' خلیفۂ بدر ملت حضرت مولانا صوفی عبد الصمد صاحب قبلہ دام فیضہ کی سلسلہ وار کاوشوں میں سے ایک انوکھی اور عمدہ کاوش ہے کہ انہوں نے وقت کی ضرورت کو جانچا پرکھا اور مبالغہ آرائی کے فتنے کو روکنے کے لیے اس کتاب کو مرتب فرمایا۔

گردشِ ایام میں پڑنے کے باوجود میں نے حضرت صوفی صاحب کے حکم پر اس کتاب کو از اوّل تا آخر بغور دیکھا خصوصاً حضرت علامہ مفتی ابوالحسن صاحب قبلہ کے فتویٰ کو جو دلائل وبراہین سے آراستہ ہے، یہ فتویٰ بے جا القابات کے استعمال کرنے والوں اور مبالغہ آرائی کرنے والوں کے منہ پر زوردار طمانچہ ہے۔

بہر حال یہ کتاب وقت کی اہم ضرورتوں میں ایک ضرورت ہے اس سے صاحب حق منصف عوام کو ضرور فائدہ ہوگا اور خواص کو بھی کچھ اہم باتیں ضرور ملیں گی۔

اب اخیر میں مولیٰ تعالیٰ سے دست بدعا ہوں کہ ہمیں وقت کے فتنوں سے محفوظ فرمائے اور حضرت صوفی صاحب قبلہ کی اس عظیم خدمت کو قبول فرما کر سعادت دارین سے مالامال فرمائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وابنہ الغوث الاعظم الجیلانی واحزابہ اجمعین

راقم الحروف

فقیر محمد عبد الواحد قادری رضوی حبیبی

خادم جامعہ حبیبیہ مسجد اعظم الہ آباد

۱۰/رمضان المبارک ۱۴۴۶ھ/ مطابق ۱۱/ مارچ ۲۰۲۵ء بروز سہ شنبہ

(۱۴)

أنا اصدق ما نقل المجيب اى الأحكام الشرعية المستنبطة من القرآن الكريم والسنة المطهرة حرفيا اى حرفا بحرف و هذا الزمان قد امتلأ بالظلمات، وكثرت فيه الفتن والمتاهات، وأصبح الناس فيه يتبعون الشهوات ويغفلون عن الطاعات، فانشغلوا بملاذ الدنيا وزخارفها، وابتعدوا عن النور والهداية ولكن، رغم كل هذه الظلمات الحالكة، ورغم انتشار الفتن وظهور الأهواء، لا تزال هناك طائفة قائمة على الحق، ثابتة على منهج الكتاب والسنة، لا يضرها من خالفها ولا من خذلها، متمسكة بعقيدتها، تدعو إلى الخير وتأمر بالمعروف وتنهى عن المنكر، صابرة على الأذى، محتسبة للأجر، موقنة بوعد الله ونصره، مستمسكة بحبل الله المتين، لا تفتنها المغريات ولا تزلزلها الشبهات.

اللهم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه

محمد الرابع نورانی البدری

الاستاذ و المفتی فی دار العلوم لاھل السنة فیض الرسول، براون الشریفةوصاحب السجادةبزاویةبدر الملةبرھیا سدھارت نغر

٢/من شعبان المعظم عام ١٤٤٦ھ المصادف ١/من فبرایر عام ٢٠٢٥ء

ترجمہ تصدیق حضرت مولانا رابع نورانی صاحب قبلہ

میں مجیب کے نقل کردہ ان تمام احکام شرعیہ کی حرف بحرف تصدیق کرتا ہوں جو قرآن کریم اوراحادیث مطہرہ سے مستخرج ہیں۔ یقیناً یہ دورتاریکیوں سے پر ہے، اس دور میں فتنوں اور گمراہیوں کی بہتات ہے، اس وقت لوگ شہوات کی اتباع میں لگے ہوئے ہیں، طاعات سے غافل ہیں، دنیا کی لذت اور خرافات میں مشغول ہیں نورو ہدایت سے دور ہیں۔ لیکن یہ ہلاکت خیز تاریکیاں وہاں زائل ہو جاتی ہیں اور فتنوں کا بڑھنا اور خواہشوں کا ابھرنا اس جگہ مٹی میں مل جاتا ہے جس جگہ ایسی جماعت ہو جو حق پر قائم ہو، کتاب وسنت کے طریق پر ثابت قدم ہو، جو شخص اس جماعت کی مخالفت میں اُترے گا یا انہیں ذلیل کرنا چاہے گا وہ انہیں ضرر نہ پہنچا سکے گا، وہ جماعت اپنے عقائد میں پختہ ہو، خیر کی طرف بلاتی ہو بھلائی کا حکم دیتی ہو، برائی سے روکتی ہو، تکالیف پر صبر کرنے والی ہو، اجر کی امید رکھنے والی ہو اللہ عزوجل کے وعدے اور اس کی مدد پر یقین رکھتی ہو، اللہ تعالیٰ کی مضبوط رسی کو تھامے ہوئے ہو۔ ایسی جماعت کو دھوکے اور فتنوں میں نہیں ڈال سکتے اور شبہات اسے متزلزل نہیں کر سکتے۔

اے اللہ! ہمیں حق کو حق دکھا، اور حق کی پیروی کی توفیق بخش۔ باطل کو باطل دکھا اور اس سے دور رہنے کی توفیق بخش۔

محمد رابع نورانی بدری

اُستاذ و مفتی دار العلوم اہل سنت فیض الرسول براؤں شریف

صاحبِ سجادہ آستانۂ عالیہ حضور بدر ملت بڑھیا سدھارتھ نگر

٢/شعبان المعظم ١٤٤٦ھ مطابق یکم فروری ٢٠٢٥ء

(۱۵)

اللھم ارنا الحق حقا و ارزقنا اتباعه و ارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه: الجواب بعون الله الملك الوهاب : اللهم هداية الحق و الصواب: مفتی محمد ابوالحسن صاحب قادری مدظلہ العالی کا جواب استفتاء کا مطالعہ کیا جو مدلل و مفصل ہے اس فتوی پر امیر المومنین فی الحدیث ممتاز الفقہاء، سلطان الاولیاء، معتمد حضور تاج الشریعہ، مظہر حضور حافظ ملت، جانشین صدر الشریعہ حضور محدث کبیر دام ظلہ الاقدس کی تصدیق و توثیق دیکھی حضرت کی تائید کا ہونا اس کی صحت و ثقالت اور صداقت کے لیے سندی حیثیت رکھتا ہے کیونکہ دور حاضرہ میں حضور والا کی حقیقت و حیثیت ایک ایسے عالم مطاع کی ہے جن کی اطاعت ہم جیسوں پر لازم و واجب ہے وما علینا الا البلاغ البتہ مصلح قوم وملت۔ مؤلف کتب کثیرہ۔ ترجمان مسلک اعلی حضرت۔ پیکر اخلاص ومحبت متحرک الفعال صوفئ باصفا خلیفۂ بدر ملت حضرت ومولانا عبدالصمد صاحب قادری رضوی دامت برکاتہم القدسیہ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے فتوی کی کامل تائید و تصدیق کرتا ہوں کہ مفتئ موصوف کا رقم کردہ فتوی شریعت کے عین مطابق ہے:

(۱) ایمان کو اعمال پر تقدم حاصل ہے چونکہ ایمان اصل ہے اور احکام اس کی فرع ہے: شرح عقائد میں ہے:

لان الأعمالُ فروع للایمان: فالایمان اصل لها (شرح العقائد النسفية/۳۵ / المسايره فى العقائد المنجية/۴۵/ الفقه الاكبر/۵۵ / العقيدة الطحاوية/۵۰) اعمال ایمان کی شاخ ہے اور ایمان ان کی اصل و بنیاد ہے: اس سے ثابت ہے کہ ایمان کی حفاظت فرض اعظم ہے اور باطل کا رد ہی درحقیقت تحفظ ایمان ہے اہل باطل کی رضا کے لئے اس سے صرف نظر کرنا مداہنت فی الدین ہے۔

(۲) جلسہ وجلوس کا مقصد تبلیغ اسلام ہے جو تقریر کے ذریعے ہوتا ہے اور نعت تازگئ ایمان کا سبب ہے اس لیے زیادہ وقت تقریر کے لئے ضروری ہے تاکہ تبلیغ اسلام کامل ہو:

(۳) بے جا القابات اور جھوٹے خطابات کی ممانعت وحرمت قرآن واحادیث اور

اجماع امت سے متحقق وثابت ہے، جن سے مفتیٔ موصوف کے فتوے مملو ہیں۔مزید دو چند حوالے مندرجہ ذیل ہیں:

الفقہ الاکبر میں ہے:

من قال فیه ما لیس فیها فقد بالغ فی الکذب (الفقہ الاکبر/ ۸۵) جو کسی کے بارے میں ایسی بات کہے جو اس میں نہیں پائی جاتی تو اس نے جھوٹ میں مبالغہ کیا:

ردالمحتار میں ہے:

اعلم ان التزکیة نوع من المدح والمدح اذا کان کذبا فهو محرم وان کان صدقا فهو مکروه لأنه یورث العجب و الکبر فی النفس و ذلك مهلك۔ (ردالمحتار مع حاشیہ ابن عابدین شامی ج ۵/ ۲۷۳)

جان لو کہ تزکیہ ایک قسم کی مدح (یعنی تعریف) ہے اور اگر یہ تعریف جھوٹ ہو تو حرام ہے اور اگر سچ ہو تو مکروہ ہے کیونکہ اس سے خود پسندی (یعنی عجب) اور تکبر پیدا ہوتا ہے اور یہ ہلاکت میں ڈالنے والی چیز ہے:

ان اُمور میں تمام فقہائے احناف۔شوافع۔حنابلہ اور مالکیہ بلکہ تمام مفسرین و محدثین وصوفیائے کرام کا اجماع و اتفاق نظر آتا ہے کہ بے جا القابات اور جھوٹے خطابات کا استعمال واطلاق ممنوع وناجائز اور حرام ہے:

ان دلائل و براہین کی بنیاد پر یہ کہنا حق بجانب ہے کہ مفتیٔ موصوف کا فتوی شریعت کے عین مطابق ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم:

المصدق: محمد مقصود عالم فرحت ضیائی خلیفۂ حضور تاج الشریعہ ومحدث کبیر

خادم فخراز ہر دارالافتاء والقضاء وسرپرست اعلی

جماعت رضائے مصطفے برانچ ہاسپیٹ وجے نگر کرناٹک الہند

(۱٦)

الجواب صحیح و صواب و العامل به صحیح و مثاب

واللہ الموفق خیر المتاب۔

عبدہ المذنب محمد زبیر احمد رضوی غفرلہ القوی
خلیفۂ حضور مفتی اعظم ہند
سابق شیخ الحدیث دار العلوم فاروقیہ مدھ نگر ضلع بلرام پور یو پی
۲۳ / رمضان المبارک ۱۴۴۶ھ مطابق ۲۴ / مارچ ۲۰۲۵ء

۷۸۶/۹۲

تائید

از: مولانا انیس عالم سیوانی، نائب قاضیٔ شرع لکھنؤ، یو پی

سب خوبیاں اللہ کو جو مالک سارے جہان والوں کا!

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں جا بجا اپنی عظمت اور کبریائی کا ذکر فرمایا ہے۔ اللہ اپنی بڑائی خود بیان فرماتا ہے۔ اور یہ اس کی شان کو زیبا ہے۔

بندوں کو عاجزی و انکساری کا حکم ہے، اسی لیے جتنے بھی مقربانِ بارگاہِ الٰہی ہوتے ہیں وہ سب ہر بات میں اللہ کی حمد و ثنا کرتے ہیں اور اپنی ذات کے تئیں عجز و انکساری اختیار کرتے ہیں، اس لیے کہ اصل تعریف کے قابل صرف اللہ کی ذات ہے، سارے کمالات اور جملہ خوبیوں کا مالک وہی ہے، اس کے بندوں اور مخلوقات کو جو خوبیاں حاصل ہیں وہ سب اسی کی عطا کردہ ہیں اسی لیے اس نے قرآن عظیم کے آغاز ہی میں ارشاد فرما دیا "الحمد للہ رب العلمین"، سب خوبیاں اللہ کو جو مالک سارے جہان والوں کا، (الفاتحہ آیت ۱) اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ مخلوقات کو جو خوبیاں اور فضائل و کمالات حاصل ہیں وہ سب اسی ذات واحد کی عطا ہیں اور فی الحقیقت وہ تمام خوبیاں جو مخلوق میں نظر آ رہی ہیں وہ سب خدا ہی کی خوبیاں ہیں جس کا نظارہ الگ الگ طریقوں سے ہو رہا ہے۔

اللہ کو یہ بات پسند نہیں کہ بندے بجائے اظہار بندگی کے اپنی بڑائی بیان کریں، اسی لیے قرآن میں مختلف مقامات پر اس امر کا تذکرہ ہوا: "وَمَنْ تَزَكّٰى فَاِنَّمَا يَتَزَكّٰى

لِنَفْسِہٖ وَاِلَی اللّٰہِ الْمَصِیْرُ" اور جو ستھرا ہوا اپنے ہی بھلے کو ستھرا ہوا اور اللہ ہی کی طرف پھرنا ہے۔ (الفاطر ۳۵ /آیت ۱۸) دوسری جگہ فرمایا: فَلَا تُزَکُّوْٓا اَنْفُسَکُمْ ھُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰی" تو آپ اپنی جانوں کو ستھرا نہ بتاؤ وہ خوب جانتا ہے جو پرہیزگار ہیں۔ (النجم ۵۳ /آیت ۳۲) یہ آیت ان لوگوں کے حق میں ہے جو خود اپنی بڑائی بطور ریا و تکبّر کے بیان کرتے ہیں اور اس خوبی کو اپنا کمال سمجھتے ہیں، اللہ نے صاف صاف فرما دیا کہ اپنی بڑائی خود نہ بیان کرو معلوم نہیں جسے تم خوبی سمجھ رہے ہو اللہ کے نزدیک وہ خوبی ہی نہ ہو۔ تم اپنے کو اچھا، قابل، عزت اور علم والا تصور کر رہے ہو ممکن ہے کہ اللہ کے یہاں تمہاری کوئی عزت نہ ہو، حقیقی خوبی اور عزت اس کی ہے جو اللہ کے نزدیک عزت والا ہے۔

حدیث میں ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کبریا اور عظمت میری صفتیں ہیں جو شخص ان میں سے کسی ایک میں مجھ سے منازعت کرے گا اسے جہنم میں ڈال دوں گا۔

(بہار شریعت حصہ ۱۶، غصہ اور تکبر کا بیان بحوالہ مسلم)

اس مفہوم کی ایک بہت ہی پیاری حدیث اسی بیان میں مذکور ہے: ''جو اللہ کے لیے تواضع کرتا ہے اللہ اس کو بلند کرتا ہے وہ اپنے نفس میں چھوٹا مگر لوگوں کی نظروں میں بڑا ہے اور جو بڑائی کرتا ہے اللہ اس کو پست کرتا ہے وہ لوگوں کی نظر میں ذلیل ہے اور اپنے نفس میں بڑا ہے وہ لوگوں کے نزدیک کتے یا سوئر سے بھی زیادہ حقیر ہے۔'' (حوالہ سابق بحوالہ بیہقی)

رِیا کو حدیث میں شرک سے تعبیر کیا گیا ہے اور تکبر کی مذمت میں بہت سی حدثیں اور صوفیا کے اقوال وارد ہوئے ہیں شیطان کے سجدہ نہ کرنے اور مردود بارگاہِ الٰہی ہونے کا تذکرہ قرآن میں کیا گیا: اَبٰی وَاسْتَکْبَرَ وَکَانَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ۔ سجدہ کرنے سے منکر ہوا اور تکبر کا راستہ اختیار کیا اور کافروں میں ہو گیا۔ یعنی شیطان نے اللہ عزوجل کے حکم کی نافرمانی تکبر کے سبب کی، اسے اس بات کا گھمنڈ ہو گیا کہ وہ حضرت آدم علیہ السّلام سے بہتر ہے، وہ مردود اس بات سے غافل تھا کہ عزت و عظمت تو اللہ کی طرف سے ہے، وہ جسے چاہے عزت والا کر دے اور جسے چاہے ذلیل و خوار کر کے راندۂ درگاہ کر دے جیسا کہ ابلیس کے ساتھ ہوا۔

غرض کہ انسان کو ریا کاری، نام نمود، ریا وسمعہ اور دکھاوے کے کاموں سے بچنا چاہیے اور جو بھی عمل کرے خالص رضائے الٰہی کے لیے کرے، کوئی بھی بڑے سے بڑا عمل بغیر خلوص نیت کے مفید نہیں، جو کام بھی دکھاوے کی نیت سے کیا جائے گا، اس کا نتیجہ قیامت کے دن ذلت ورسوائی کی شکل میں ظاہر ہوگا۔

اسی لیے نفلی عبادتوں کو چھپا کر کرنے کو کہا گیا اور نفل کام کے لیے تداعی سے منع کیا گیا، آج کل بعض جاہل صلوٰۃ التسبیح کی جماعت کا اعلان عام کرتے ہیں اور جہلا کو صلوٰۃ التسبیح یا اس طرح کی دوسری نفلی نمازیں پڑھاتے ہیں، حالانکہ ان میں کے بیشتر فرائض سے غافل ہوتے ہیں۔

ہم سب کو چاہیے کہ ہم ہر خوبی پر اللہ کی حمد وثنا کریں اور اس کے پیارے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ذکر پاک کریں۔ اس لیے کہ اللہ نے اپنی کتاب میں اپنی عظمت و کبریائی کو بیان کرنے کے ساتھ اپنے محبوب خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر پاک فرمایا ہے۔

آج کل اکثر دیکھا جاتا ہے کہ ہر چھوٹا بڑا اپنی تعریف وتوصیف کے لیے نت نئے طریقے اپنا رہا ہے، جسے کچھ نہیں آتا جاتا وہ بھی عارف باللہ، بقیۃ السلف اور حجۃ الخلف کہلانے پر مسرور وشاداں ہے، یہ سب کچھ نفس کی شرارت اور اغوائے شیطانی ہے۔ اگر آدمی کو اپنی بڑائی اور تعریف پسند آئے اور اپنی مذمت اور برائی سے کڑھن محسوس کرے تو پھر اسے جان لینا چاہیے کہ وہ شیطان کے راستے پر چل رہا ہے۔

یہ برائی اتنی بڑھ گئی ہے کہ دیندار طبقے کو بھی اس نے اپنے چنگل میں جکڑ لیا ہے، ہر پیر صاحب، مولوی صاحب کے ساتھ ان کے لگوں بھگوں لگے ہوتے ہیں جو ہمہ وقت ان کی قصیدہ خوانی میں مصروف ہیں، انہیں نہ اللہ کا خوف ہے نہ آخرت کی کوئی فکر، وہ بیوقوفوں کی جنت میں چہل قدمی کر رہے ہیں۔

انسان کو چاہیے کہ مدح کرنے والوں کی مدحت سرائی پر خوش ہونے کی بجائے مذمت کرنے والوں کی مذمت پر توجہ کرے، کہ کہیں واقعی وہ عیوب تو اس کے اندر نہیں ہیں۔

واقعی یہ مرض اتنا عام ہوگیا ہے کہ ہر کس وناکس اپنی جھوٹی تعریف اور اپنی بے وجہ کی

شان بگھاڑنے کے لیے بے جا القابات استعمال کر رہا ہے، مبالغہ آرائی کہتے ہیں ''کسی چیز کو بڑھا چڑھا کر پیش کرنا'' یعنی کوئی عالم تو ہے مگر اس کی بڑائی ظاہر کرنے کو علامہ فہامہ سے مخاطب کرنا، اگر اس میں کچھ کمال ہے اس کو بڑھا کر بیان کیا تو مبالغہ ہے اور خوبی تو کچھ نہیں ہے، حافظ جی ہیں، مگر بتایا کہ علامۃ الدھر اور فاضل کبیر ہیں تو یہ نرا جھوٹ ہے، مبالغہ مدح میں بھی پایا جاتا ہے اور ذم میں بھی، مدح میں تو یہی ہے کہ مولوی کو مفکر اسلام، داعی اسلام، اور ڈرامہ بازوں کو عاشق رسول جیسے الفاظ سے یاد کرنا اور ذم یہ ہے کہ کوئی شخص جھوٹ اور سچ دونوں سے متصف ہے لیکن آدمی اپنی ضد اور نفرت کے سبب اسے کذاب اور دجال کہے۔

کسی مسلمان کی تعریف کرنا غلط نہیں بلکہ حدیث میں صحابہ اور اہل اللہ کی مدح مذکور ہے، مدح کرنا غلط نہیں حد سے تجاوز کرنا غلط ہے، بڑے بڑے علماء، فقہاء کے نام، حد تو یہ ہے کہ انبیاء اور صحابہ کے نام آدمی حضرت کہہ کے لیتا ہے لیکن اپنے کسی ذاتی ممدوح یا آج کل پیروں فقیروں باباؤں کا نام اتنے بڑے بڑے القابات و آداب کے ساتھ کہ جو القابات اہل علم نے کبھی صحابہ کرام کے لیے بھی نہ لکھے۔

یہ سب اخلاص کی کمی اور نفس کی بیماریاں ہیں آدمی کو ہمیشہ دین کے معاملے میں اپنے سے زیادہ پرہیزگار اور تقویٰ شعار لوگوں پر نظر کرنی چاہیے اور دنیا کے معاملے میں اپنے سے زیادہ پریشان حال لوگوں کو دیکھنا چاہیے اور یہ دھیان رکھنا چاہیے کہ خواہ کسی کو کتنے ہی القاب و آداب کے جامے پاجامے پہنا دو، لیکن موت سے اسے چھٹکارا نہیں اور نہ ہی تمہیں موت سے کوئی بچانے والا ہے، آدمی کے اندر جب ایمان، اخلاص، اخلاق، علم اور عمل صالح کی کمی ہوتی ہے تو وہ بڑے بڑے لفظوں کا سہارا لیتا ہے۔

یہ چند سطریں حضرت مولانا صوفی عبد الصمد صاحب قادری اورنگ آبادی دام ظلہ کے پیہم اصرار پر میں نے بہت عجلت میں تحریر کی ہیں۔ آپ کی کتاب ''مبالغہ آرائی اور بیجا القابات'' کے لیے۔ اللہ تعالیٰ اس کتابچہ کو مفید بنائے اور مصنف کو جزائے خیر دے آمین۔

انیس عالم سیوانی لکھنؤ

۲۴/شوال ۱۴۴۶ھ ۲/بج کر ۳۲/منٹ شب

۹۲/۷۸۶

فتنۂ ارتداد و صلح کلیت

از۔ حضور خلیفۂ بدرملت حضرت مولانا صوفی عبدالصمد صاحب قبلہ قادری رضوی نوری اورنگ آبادی مدظلہ العالی

سرکار اعلیٰ حضرت ارشاد فرماتے ہیں ؎

سونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے
سونے والو! جاگتے رہیو چوروں کی رکھوالی ہے
سونا پاس ہے، سونا بن ہے، سونا زہر ہے اُٹھ پیارے
تو کہتا ہے میٹھی نیند ہے تیری مت ہی نرالی ہے
شہد دکھائے زہر پلائے قاتل ڈائن شوہر کش
اس مردار پہ کیا للچایا دنیا دیکھی بھالی ہے

اس وقت ملک عزیز بھارت کے مسلمان جن سنگین حالات، پر آشوب ماحول اور کٹھن و مشکل دور سے گزر رہے ہیں وہ کسی پر مخفی اور پوشیدہ نہیں ہے۔ یہ وقت اس قدر سخت آزمائش کا ہے کہ جدھر نظر اٹھائیں کوئی نہ کوئی فتنہ منہ پھاڑے سنّی مسلمانوں کے دین و ایمان کا بیڑا غرق کرنے کے لیے تیار ہے۔ اور دوسری جانب دور حاضر کے اکثر مسلمانوں کے حالات اور خواہشات یہ ہیں کہ اس دنیوی زندگی میں جیسے بھی ہو زیادہ سے زیادہ دھن دولت، روپیہ پیسہ حاصل کرو اور خوب عیش و عشرت کی زندگی گزارو، کھاؤ پیو اور مر جاؤ۔

حالانکہ زندگی دو طرح کی ہے: ایک دُنیوی زندگی جو چند روزہ اور فانی ہے اور دوسری اُخروی زندگی، جو ہمیشہ باقی رہنے والی اور پائیدار زندگی ہے۔ بندے کا اس دارِ فانی میں آنے کا اصل مقصد ہی یہی ہے کہ اللہ و رسول پر سچے دل سے ایمان لا کر ان کی رضا اور خوشنودی والے کاموں میں منہمک اور مشغول رہ کر اعمال صالحہ کا زیادہ سے زیادہ توشہ

جمع کر کے با ایمان اِس دنیا سے جائے۔ دین و ایمان سے برگشتہ ہو کر صرف مال و زر، زمین و جائیداد، مکان و دکان، کھیت کھلیان، روپیہ پیسہ اور خزانہ، بڑی بڑی بلڈنگیں اور موٹر کار و غیرہ جمع کر لینا کامیابی نہیں ہے۔ دین حق یعنی مذہب اہلِ سنت و جماعت (مسلک اعلیٰ حضرت) پر قائم رہ کر سلامتیٔ ایمان کے ساتھ یہاں سے چلا جانا یہ سب سے بڑی کامیابی ہے۔ جسے رب کریم نے قرآن مجید میں ''فوز مبین'' فرمایا ہے۔

ایک طرف فتنۂ ارتداد کا ایک مہم جاری ہے اور ملکی سطح پر منصوبہ بند سازش کے تحت بڑے جنگی پیمانہ پر مسلم لڑکیوں کو مرتد کرنے کی کوشش جاری ہے۔

حضرت مولانا مفتی مشتاق احمد صاحب قبلہ امجدی تحریر فرماتے ہیں

''آج جس طرح مسلم لڑکیوں کے ارتداد کی خبریں گردش کر رہی ہیں اور آئے دن سوشل میڈیا پر اس قسم کے واردات بیان کیے جاتے ہیں۔ اس طرح کے معاملات میں غور و فکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہماری بیٹیاں اور مسلم لڑکیاں کئی وجوہات سے اس ارتدادی فتنے کا شکار ہو رہی ہیں۔

ان میں سے چند اسباب و وجوہات یہ ہیں:

(۱) ایمان کی قدر و قیمت سے ناواقف ہونا

(۲) اسلامی اور مذہبی تعلیم و تربیت کا فقدان

(۳) اسلام کی بنیادی تعلیمات سے لاعلم ہونا

(۴) شادی بیاہ میں بیجا تاخیر

(۵) غیر مسلم لڑکوں سے دوستی اور ان سے میل جول

(۶) غربت و مفلسی

(۷) اور سب سے زیادہ موبائل اور انٹرنیٹ کا غلط استعمال۔'' (فتنۂ ارتداد ص ۹)

پھر آپ اسی کتاب میں یوں رقم طراز ہیں

''آج ہمارا طرز عمل یہ ہے کہ ہم اپنے بچوں اور بچیوں کو سب کچھ سکھاتے ہیں۔ اگر

نہیں سکھاتے ہیں تو صرف دینی تعلیمات اور دین پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہنے کا سلیقہ۔ یہی وجہ ہے کہ ہماری بیٹیاں بڑی آسانی سے غیروں کے جھانسے میں آکر اپنا دین وایمان تباہ وبرباد کرلیتی ہیں جس سے ان کی دنیا بھی خراب ہوتی ہے اور آخرت کی ہلاکت تو ایسوں کا مقدر ہے۔'' (فتنۂ ارتداد ص ۱۵)

مسلمانو! بہت پہلے اسلام دشمن لیڈروں نے یہ نظریہ پیش کیا ہے کہ ''مسلمانوں کو ہندوستان سے ختم کرنے کے لیے انہیں مارنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ ان کی دینی تعلیم و تربیت چھین لی جائے اور ان کی مذہبی تہذیب وتمدن کو ختم کردی دیا جائے۔ خود بخود یہ قوم مسلم مردہ ہوجائے گی۔''

عرصۂ دراز سے اسی تھیوری پر عمل درآمد ہو رہا ہے۔ ایسے حالات میں مسلمانو! خواب غفلت سے بیدار ہوجاؤ اور علم دین سیکھنا شریعتِ مطہرہ نے جو تم پر فرض قرار دیا ہے خود سیکھو اور اپنے اہل وعیال کو سکھاؤ اس لیے کہ دین کی بقا علم دین سے ہے۔

مفسر قرآن حضرت علامہ مفتی احمد یار خان صاحب قبلہ تحریر فرماتے ہیں:

''علم دین بڑی نعمت ہے کہ یہ باقی ہے دیگر سب فانی ہے۔ دین کی تمام بہاریں علم دین سے ہیں، مسجد میں نمازیں، میدان جنگ میں جہاد، عدالتوں میں انصاف، بازار کی رونق، موت کے وقت مدد، قبر کا نور، محشر میں نجات سب علم دین کی برکت سے ہے۔ تھوڑا علم دین بہت مال سے بہتر ہے کہ رب نے ساری دُنیا کو قلیل فرمایا مگر تھوڑے علم وحکمت کو خیر کثیر فرمایا ہے۔'' (تفسیر نعیمی جلد ۳، ص ۴۲)

دوسری جانب ''صلح کلیت'' جس کے بارے میں حضرت علامہ مفتی ابوطاہر محمد طیب صاحب قادری برکاتی داناپوری علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ

''صلح کلیت ہی ہر بد مذہبیت کی جڑ، ہر بے دینی کی بنیاد اور ہر فتنے کا دروازہ ہے۔''

اس فرقے کا یہ عقیدہ ہے کہ ''جتنے فرقے اپنے آپ کو مسلمان کہلواتے ہیں وہ سب حق پر ہیں، کسی فرقے کے آدمی کو بُرا نہیں کہنا چاہیے''۔ حالانکہ یہ عقیدہ صریح باطل ہے۔

سرکار مصطفٰے علیہ التحیۃ والثناء کی حدیث شریف کے سراسر خلاف ہے۔

اسی لیے حضور تاج الشریعہ نے یہ پیغام دیا ہے کہ

صلح کلی نبی کا نہیں سنیو!
سنی مسلم ہے سچا نبی کے لیے
عیش کر لو یہاں منکرو! چار دن
مر کے ترسو گے اس زندگی کے لیے
مسلک اعلیٰ حضرت سلامت رہے
ہے یہ پہچان دین نبی کے لیے
مسلک اعلیٰ حضرت پہ قائم رہو
زندگی دی گئی ہے اسی کے لیے
داغ عشق نبی لے چلو قبر میں
ہے چراغ لحد روشنی کے لیے
اخترؔ قادری خلد میں چل دیا
خلد وا ہے ہر اک قادری کے لیے

مسلمانو! ہوش میں آؤ اور اس دور کفر والحاد و بے دینی میں دین و ایمان کی حفاظت کی فکر کرو۔ اور یہ بات خوب اچھی طرح یاد رکھو کہ دنیا کی ہر چیز کوشش و تلاش کے بعد مل جاتی ہے مگر دولتِ ایمان وہ انمول دولت ہے جو کسی قیمت پر کہیں دستیاب نہیں ہو سکتی۔ یہ تو ایک نعمتِ خداداد ہے جو قسمت و قدر والے کو ہی ملتی ہے۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اس نعمت و دولت کی قدر کرتے ہیں اور کما حقہ اس کی حفاظت کر کے اسے ضائع و برباد ہونے سے بچاتے ہیں۔ یہ ایک ایسی بے بہا اور انمول دولت ہے جس پر آخرت کا سارا عیش و آرام اور دائمی عذاب سے چھٹکارا موقوف ہے۔ اگر ایمان محفوظ ہے تو کوئی کتنا ہی گنہگار کیوں نہ ہو وہ بالآخر بخشا جائے گا اور دائمی عذاب سے نجات پائے گا۔ اور جنت کی بہاریں

اس کے حصے میں آئیں گی۔

مگر ایمان ہی ضائع وبرباد ہوگیا تو اس کے لیے قطعاً بخشش ونجات کی کوئی صورت نہیں ۔ ہمیشہ ہمیش کے دردناک عذاب میں وہ گرفتار ہوجائے گا۔ جس سے کبھی رہائی اور چھٹکارا نہیں مل سکتا۔ اس عذاب سے تجوریوں میں رکھا ہوا مال وزر، دنیا کی رشتہ داری، دوست واحباب، عوام الناس کی خوشنودی اور جھوٹے قائدین ان میں سے کوئی بھی تمہیں نہیں بچا سکتا۔

لہٰذا فقیر قادری کی دردمندانہ گزارش یہی ہے کہ اے سنی خوش عقیدہ مسلمانو! اپنے دین وایمان کی حفاظت کے معاملے میں سر دھڑ کی بازی لگا دو اور فتنۂ ارتداد و فتنۂ صلح کلیت سے خود بچو اور اپنے اہل وعیال، دوست واحباب اور عزیز واقارب کو بچاؤ۔ مولیٰ تبارک وتعالیٰ اس پر عمل کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین ثم آمین

فقط فقیر قادری عفی عنہ

رضا لائبریری وخانقاہ قادریہ، رفیع گنج ضلع اورنگ آباد (بہار)

۱۴/شوال ۱۴۴۶ھ مطابق ۱۳/اپریل ۲۰۲۵ء یکشنبہ

اب ذیل میں اسی فتنے کی ایک کڑی ''سلسلۂ عارفیہ نوریہ حیدرآباد'' کا فتنہ ملاحظہ کریں۔

۹۲/۸۶ء

سلسلۂ عارفیہ نوریہ حیدرآباد کے گمراہ کن افکارونظریات

مصدقہ قاضی القضاۃ فی الہند حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ، بریلی شریف

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ سنا ہے کہ سلسلہ عارفیہ نوریہ حیدرآباد والے پرفتویٰ ہے۔کیا یہ سنی صحیح العقیدہ نہیں ہیں؟

الجواب:۔ اللّٰھم ھدایۃ الحق و الصواب۔سلسلۂ عارفیہ نوریہ حیدرآباد والے گمراہ، گمراہ گر، جہنمی ہیں۔ عارفیوں کی طرف سے ہونے والے اجتماعات سے درج ذیل بیانات سامنے آئے ہیں۔

(۱)ایمان علماء کے پاس نہیں ملے گا اگر ایمان چاہیے تو اِن لوگوں کی خدمت میں رہو(اشارہ عارفی مریدین وخلفاء کی طرف ہے)(۲)ایمان الگ چیز ہے اور اسلام الگ چیز ہے۔(۳) جومومن ہوگا اس کی لاش کبھی سڑ نہیں سکتی (۴) اشرف علی تھانوی صاحب کو کافر کہنا غلط ہے وہ توبہ کر چکے ہیں (۵) کسی فرقہ کو بُرامت کہو وہابی، بریلوی سب ہمارے بھائی ہیں۔اسی وجہ سے ۱۵/جون ۲۰۱۵ء صبح دس بجے نوری مسجد نئی بستی میں شہر بھیونڈی کے معتمد علمائے کرام اور مفتیان اسلام نے متفقہ طور پر یہ فیصلہ کیا کہ سلسلہ عارفیہ حیدرآباد گمراہ، اور گمراہ گر لوگوں کا سلسلہ ہے اس سلسلے میں مرید ہونا ناجائز و حرام، اس کے اجتماعات میں شرکت ناجائز و گناہ، ائمہ کرام اور علمائے عظام اپنی تقریروں میں اس کے بائیکاٹ کا اعلان کردیں۔سلسلہ عارفیہ کے نام نہاد مشائخ جب تک تکفیر دیابنہ اور حسام الحرمین کی تصدیق نہ کردیں اور دیگر قابلِ گرفت عقائد ونظریات سے توبہ نہ کرلیں اس وقت تک اس سلسلے کا بائیکاٹ جاری رکھیں۔علمائے کرام اور مفتیان اسلام کے اس فیصلے کی تائید شیخ طریقت سید محمد جیلانی میاں کچھوچھوی نے بھی کی اور انہوں نے جگہ جگہ اس سلسلے کا رد کیا اور عوام کو دور رہنے کی تاکید کی، ان کے علاوہ دیگر علمائے کرام کے اسماء ذیل میں ملاحظہ کریں:

(۱) سید محمد سمنانی میاں ناظم اعلی دار العلوم دیوان شاہ بھیونڈی (۲) مولانا ہدایت اللہ اشرفی مہتمم فیضان اشرف العلماء بھیونڈی (۳) مفتی محمد عاقب قادری شافعی نظام پورہ بھیونڈی (۴) مولانا فخر الدّین حشمتی مہتمم مدرسہ حشمت الرضا بھیونڈی (۵) مولانا قاری محمد قطب الدین رضوی رضا دار الافتاء بھیونڈی (۶) مولانا زین العابدین سنی جامع مسجد غیبی نگر بھیونڈی (۷) مولانا مفتی سید محمد واقف اشرفی پرنسپل دار العلوم دیوان شاہ بھیونڈی (۸) مولانا مفتی احمد رضا قادری شافعی نظام پورہ بھیونڈی (۹) مولانا محمد کوثر مصباحی غوثیہ اشرفیہ کھاڑی پار (۱۰) مفتی شمیم احمد نوری نائب قاضی شہر کان پور یوپی (۱۱) مفتی محبوب رضا قادری مصباحی رضا دار الافتاء بھیونڈی وغیرھم۔

اس سلسلے کی حقیقت جاننے کے لیے ۱۹؍رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ کو حیدر آباد بھی گئے، ہمارے ساتھ حضرت مولانا فخر الدّین حشمتی اور حضرت مولانا قاری قطب الدین بھی تھے ہم نے وہاں کے علماء و مشائخ بالخصوص خلیفۂ مفتی اعظم ہند مفتی مجیب علی رضوی سنی مرکز حیدر آباد سے ملاقات کی اور ان سے بہت ساری باتیں معلوم ہوئیں مزید بغرض تصدیق خانقاہ عارفیہ کے اندر بھی گئے ہم نے دیکھا ایک تختی دیوار سے لگی ہوئی ہے جس میں یہ لکھا ہے ''بیادگار قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ مہتمم دار العلوم دیوبند'' تین دن قیام کے دوران درج ذیل باتیں معتمد و مستند حضرات سے ہمارے سامنے آئیں (۱) اس خانقاہ کے بانی نوری شاہ ہیں جو پولیس ڈیپارٹمنٹ میں ملازم تھے ان کی وصیت تھی کہ خانقاہ کی پوری جائیداد خاندان سے کسی اہل کے نہ ہونے پر دار العلوم دیوبند پر وقف ہے۔ یہ وصیت اس قدر مشہور ہے کہ حیدر آباد کا ہر باشعور مذہبی مزاج رکھنے والا اس کی شہادت دے سکتا ہے (۲) نوری شاہ کے بیٹے عارف الدین ہیں جو اب جیلانی لکھنے لگے ہیں یہ لوگ سید نہیں ہیں اور نہ ہی ان کا سلسلہ متصل ہے، عارف الدین بھی وہابیوں کی تکفیر سے منع کرتا ہے (۳) یہ لوگ اس قدر جری ہیں کہ ان کے خلاف حق بولنے والے علماء پر اپنے مریدوں کے ذریعے حملہ بھی کروا سکتے ہیں ایک دو جگہ ایسا ہوا بھی فقیر بھی اس کا شکار ہے (۴) اس کے خلفاء عالم نہیں ہوتے بلکہ یہ لوگ علماء سے دور رہنے کی تلقین

کرتے ہیں (۵) اس سلسلہ میں وہابی، دیوبندی قادیانی، رافضی وغیرہ بھی مرید ہو سکتے ہیں (۶) لنگر عام میں بلا تفریق مذہب و مسلک سب لوگ مدعو ہوتے ہیں اور ان کے اجتماع میں لنگر لازم ہے۔

لہٰذا مذکورہ بالا تفصیل کی روشنی میں اس سلسلہ سے وابستہ لوگوں کو سنی صحیح العقیدہ جاننا ہرگز ہرگز درست نہیں۔ تفصیل کے لیے مفتی مجیب علی رضوی حیدرآباد سے رابطہ کریں۔

واللہ اعلم

کتبہ: محمد محبوب رضا قادری مصباحی
مفتی و قاضئ شہر بھیونڈی ضلع تھانہ (مہاراشٹر)
۲۱/ رجب المرجب ۱۴۴۳ھ

(ماخوذ از فتاویٰ رضا دار الافتاء الجامعۃ الرضویہ کلیان ضلع تھانہ ص/ ۱۴ تا ۱۶)

تصدیق

(۱) الجواب صحیح: فقیر محمد اختر رضا خاں ازہری قادری غفرلہ

(۲) صح الجواب واللہ سبحٰنہ و تعالیٰ اعلم بالصواب۔ اشرف رضا قادری نوری مفتی و قاضی ادارۂ شرعیہ مہاراشٹر، ممبئی ۸
و دار العلوم حنفیہ رضویہ قلابہ، ممبئی۔ ۱۴/ رجب الاصم ۱۴۴۶ھ مطابق ۱۵/ جنوری ۲۰۲۵ء

(۳) الجواب صحیح۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ محمود اختر القادری عفی عنہ۔ خادم دار الافتاء رضوی امجدی دار الافتاء، ممبئی۔ ۱۷/ رجب المرجب ۱۴۴۶ھ

نوٹ: مذکورہ کتاب چھپنے کے بعد حضور تاج الشریعہ نے اس فتویٰ پر تصدیق فرمائی تھی۔

شائع کردہ:- رضا اکیڈمی، ۲۵/ ڈونٹاڈ اسٹریٹ، کھڑک، ممبئی ۴۰۰۰۰۹ (مہاراشٹر)

بریلی شریف کا ایک ضروری فتویٰ

۹۲/۷۸۶

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ سلسلۂ عارفیہ نوریہ حیدرآباد کا ایک جعلی پیر جس کا نام عارف الدین جیلانی ابن نوری شاہ تھا۔جس کے متعلق گمراہ، گمراہ گر اور جہنمی ہونے کا فتویٰ چھپا ہوا ہے اور اس فتویٰ پر دیگر علمائے کرام کے ساتھ ہی ساتھ تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی بھی تصدیق ہے جسے ابھی حال ہی میں رضا اکیڈمی بمبئی نے بھی ہندی اور اردو زبان میں شائع کیا ہے۔ مذکورہ سلسلہ کے احوال و کوائف کی جانکاری کے لیے پمفلٹ کا فوٹو اس استفتاء کے ساتھ منسلک ہے۔تقریباً ڈھائی سال قبل, پیر مذکور کے مرجانے کے پرامبر ناتھ ویسٹ کے کئی اماموں نے اس کے عقائد پر مطلع ہونے کے باوجود بعد نمازِ جمعہ کثیر نمازیوں کی موجودگی میں اس طرح دعا کی

''حضرت عارف الدین جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے درجات بلند فرمائے اور ان کا فیض عام سے عام تر فرمائے، وغیرہ وغیرہ''

دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسے پیر کے متعلق اس طرح دعا کرنے والے افراد پر شریعت مطہرہ کیا حکم نافذ کرتی ہے؟ بہت جلد حکم شرع سے مطلع فرمانے کی زحمت فرمائیں۔ **بینوا و توجروا**

المستفتی: اسرار رضا قادری رضوی۔ خطیب وامام گجراتن مسجد، شہر بلرامپور (یوپی)

۴ ر رمضان المبارک ۱۴۴۶ھ/ مطابق ۵ ر مارچ ۲۰۲۵ء

۹۲/۷۸۶

الجواب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

مذکور فی السوال نام نہاد پیر کی نسبت جب معلوم ومشہور ہو چکا تھا کہ وہ گمراہ، گمراہ گر، ضال ومضل ہے تو اس کی (بوجہ اندیشۂ ابتلائے عوام) نمازِ جنازہ تک پڑھنے کی اجازت نہیں دعائے ترقی درجات وطلب فیض وبرکات کی کیوں کر اجازت ہو؟ متعدد حدیثوں

میں بدمذہبوں کی نسبت ارشاد ہوا "ان ماتو فلا تشھدوھم" ضال ومضل مرجائے تو اس کے جنازے پر نہ جائیں "و لا تصلوا علیھم" اور اس کے جنازے کی نماز نہ پڑھو، نمازِ جنازہ اور دعائے استغفار جو بڑے بڑے گنہگار مسلمان کے لیے بجالانے کا حکم ہے مگر بدمذہب و گمراہ کے لیے علانیہ اس تک کی اجازت نہیں تو ترقی درجات کیسے جائز ہوسکتی ہے؟ بدمذہب کے لیے رفع درجات کی دعا کرنا اور مثل اولیاء اللہ (معاذ اللہ) اس کے روحانی فیوض و برکات کو ماننا، پھر اس کے طلب اور عام ہونے کی دعا کرنا سب سخت ناجائز وحرام، بدکام و بدانجام بلکہ مفضی ومنجر الی الضلالہ ہیں۔ اس سے ان احادیث کی تکذیب لازم آتی ہے جن میں گمراہوں کا دوزخ میں جانا وارد ہوا ہے۔ اگرچہ غیر واصل الی حد الکفر کے لیے صرف دخول فی النار ہے، خلود فی النار نہیں، مگر جبکہ دخول فی النار ثابت تو دعائے ترقی درجات کا مطلب یہ ہوا کہ وہ اس کے لیے دخول فی النار نہیں مانتا اور یہ حدیث پاک کی تکذیب اور استہزا ہے، ترقی درجات تو اس کی ہو جس کا جہنم سے نجات یافتہ ہونا مرجو و مظنون ہو اور جس کے دخول فی النار کا اندیشہ وخوف ہو اس کے لیے زیادہ سے زیادہ مغفرت اور جہنم سے نجات کی دعا کی جاسکتی تھی جبکہ اس سے دینی محبت یا اس کی بدعت وضلالت کو سہل اور ہلکا سمجھنے کی بنا پر نہ ہو اور اگر اس طور پر ہو تو اس کی بھی اجازت نہیں، اس طور پر کرے گا تو انہیں میں شمار ہوگا یہ حکم محض اس طور پر اس کے لیے دعائے مغفرت اور ایصالِ ثواب کرنے کا ہے، نہ کہ ترقی درجات کا، جو مطلع ہونے کے باوجود کسی بدمذہب و گمراہ کے لیے دعائے ترقی درجات کرے، اس سے فیوض و برکات کا طالب ہو تو وہ ضرور اس کی بدمذہبی وضلالت کو ہلکا وسہل بلکہ بدمذہبی کو بدمذہبی ہی نہیں جانتا تو ایسا شخص خود گمراہ ہے، سرکار اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: "ہاں جو تبرائی نہیں جیسے تفضیلی انہیں ثواب پہنچ سکتا ہے اور پہنچنا بھی حرام نہیں جبکہ ان سے دینی محبت یا ان کی بدعت کو سہل وآسان سمجھنے کی بنا پر نہ ہو ورنہ (انکم اذا مثلھم) یہ بھی انہیں میں شمار ہوگا۔" (فتاویٰ رضویہ، ص ۴۳۴، ج ۷)

لہٰذا جن اماموں نے دیدہ ودانستہ اس کے لیے اسی طور پر دعائے ترقی درجات کی

وہ حکم میں اس کے شریک ہیں اور جو دنیوی طمع و لالچ یا دباؤ میں (گمراہی کو گمراہی جانتے ہوئے) شریک دعا ہوگئے وہ علی الاقل فاسق و فاجر ہیں، ان کے پیچھے نماز مکروہِ تحریمی واجب الاعادہ ہے تاوقتیکہ توبۂ صحیحہ شرعیہ اور رجوع و استغفار نہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: فقیر محمد ارسلان رضا قادری غفرلہ

از: رضوی دار الافتاء

مرکز اہل سنت بریلی شریف

۲۶ر شوال المکرم ۱۴۴۶ھ

۲۵/اپریل ۲۰۲۵ء

صح الجواب: ۹۲/۷۸۶

محمد مطیع الرحمن غفرلہ رضوی

جامعہ الخضراء مظفر پور، بہار

۹۲/۷۸۶

الجواب صحیح واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر قادری سید فضیل احمد عفی عنہ

خادم الافتاء منظر اسلام بریلی شریف

۹۲/۷۸۶

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

محمد افروز عالم نوری بریلوی غفرلہ

خادم تدریس، افتاء جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف

۳۰ر شوال المکرم ۱۴۴۶ھ

فقیر قادری کی اشاعتی سرگرمیاں

بفضلہٖ تعالیٰ وبعون سرکار مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء ۲۴،۲۵ سال کے عرصے میں اس گدائے رضوی کی جدو جہد سے مندرجہ ذیل کتب طبع ہوکر ملک وبیرونِ ملک تک پہنچ چکی ہیں۔اور بحمدہٖ تبارک وتعالیٰ ہنوز یہ سلسلہ جاری ہے:

(۱) ازالۃ العار (۲) حقیقتِ نکاح (۳) مضامین بدرِ ملت (۴) مکتوباتِ بدرِ ملت (۵) رسائل بدرِ ملت (۶) نورانی گلدستہ (۷) اظہارِ حق مع تحقیقی جواب (۸) تذکرۂ سرکار غوث وخواجہ (۹) ضمیمہ فتاویٰ مصطفویہ (۱۰) معارفِ بدر العلماء (۱۱) وہابیت اپنے مکروفریب کے آئینے میں (۱۲) نوری یسر القرآن (۱۳) تعمیر ادب مکمل سیٹ مع تصحیح واضافہ (۱۴) تعمیر قواعد حصہ اوّل، دوم (۱۵) مناظرۂ بریلی (۱۶) لاؤڈ اسپیکر مع تحقیقاتِ اکابر اہلسنّت (۱۷) تین اعتقادی رشتے (۱۸) ہدایۃ البرایہ (۱۹) حدائق بخشش (۲۰) ذوقِ نعت (۲۱) سامانِ بخشش (۲۲) نورِ ہدایت (۲۳) احکامِ شرعیہ بر عقائد وہابیہ (۲۴) تقریر منیر (۲۵) مختصر تذکرہ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (۲۶) اذان کی شرعی حیثیت (۲۷) تلمیحاتِ رضا (۲۸) شیر سنّت کا پیغام سنّی مسلمانوں کے نام (۲۹) تحقیقی محاسبہ (۳۰) مسئلہ مرغوب (۳۱) فیضانِ دُعا (۳۲) تجانب اہلسنّت (۳۳) طاہر القادری کی حقیقت کیا ہے؟ (۳۴) امتیازِ اہلسنّت (۳۵) ہندوستان کا قدیم مروّجہ پردہ (۳۶) فتاویٰ بدر العلماء (۳۷) اربعین شدّت (۳۸) لہو بولتا ہے (۳۹) الصوارم الہندیہ مع جدید تصدیقات (۴۰) بدمذہبوں سے میل جول (۴۱) قبالۂ بخشش (۴۲) اقوام البیان بانَّ الحبیب لَا یخلُو منہ زمان ولا مکان (۴۳) مدارِ نجات (۴۴) پیکر رُشد وہدایت حضور بدرِ ملت (۴۵) آئینۂ صلح کلیت (۴۶) فتاویٰ الحرمین (۴۷) عطیہ ربانی در مقالہ نورانی (۴۸) موجودہ حالات میں مسلمان کیا کریں؟ (۴۹) تذکرۂ حضور بدرملت مع حرمین شریفین (۵۰) فضیلت علم دین اور قرآن صحیح پڑھنے کا طریقہ (۵۱) تحریک دعوت اسلامی: مفید یا غیر مفید (۵۲) بزرگوں کے فرمودات ونگارشات (۵۳) ردِّ صلح کلّیہ ماخوذ از فتاویٰ حشمتیہ (۵۴) تصویر کشی اور ویڈیوگرافی کا شرعی حکم (۵۵) مولائی فرقے کی حقیقت۔

ان کتب دینیہ کے علاوہ دور حاضر کے فرقہائے باطلہ وہابیہ دیوبندیہ اور رافضیہ وغیرھم کے رَد میں ہزار ہا ہزار پوسٹر، پمفلٹ وغیرہ چھپوا کر دور دراز مقامات تک پہنچانے کی رب کریم نے توفیق عطا فرمائی۔ پروردگار عالم ان تمام خدماتِ دینیہ کو اپنے محبوبِ پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے وطفیل قبول فرمائے اور اخیر وقت تک اپنی رضا اور اپنے محبوب کی خوشنودی والے کاموں میں منہمک ومشغول رکھ کر خاتمہ بالخیر فرمائے۔آمین ثم آمین

فقیر عبد الصمد قادری اورنگ آبادی عفی عنہ مدرسہ گلشن بدر رضا ہشام پور ضلع بلرام پور، یوپی
9764135477

JAMA'AT RAZA-E-MUSTAFA
Bhiwandi, Distt. Thane, Maharashtra